

فہرست

(5) باب-1 مطالعہ اور اس پر عمل کی فضیلتیں

ہواؤ ہوس، قانون الہی، مطالعہ اور عمل، اللہ کی جانب راستے، احاطہ علم و ادراک، مرشد کامل و عامل، تائید ایزدی، مرشد کامل، کرشمات حق، باجمہ مرشدوں، الرفیق ثم الرفیق، مرتبہ اہل حضور، دنیا عمل ہے رفعتی، معرفت الہی اور جب فقیر، تصور اسم اللہ

(15) باب-2 ذکر الہی

قلب و نظر کے سلسلے، نقل اور کلیہ، نورانی آگ کا تصور، ایمان کا مقام، اللہ کی محبت، تحقیق و تصدیق، اللہ - محمدؐ آدمی محترم ہے، علم کیا ہے؟ کلمات ربانی، ہمیشہ سے رہنے والا اسم، دل اور نیت، اللہ کی قبا کے نیچے، اعجاز اسم اللہ، موت سے پہلے موت، ذاکر کا مقام و مرتبہ، ذکر کی کیفیتیں، دل کی اہمیت، سلسلہ موارید، مقصد تخلیق آدم، اسماء الحسنی، دل کی دنیا، ذکر قلبی، اولیاء اللہ، ذکر کے مرحلے، عارف باللہ، فعل حکمت، توحید، درجہ لامکاں، ذکر زوال، ذکر کمال، ذکر وصال، ذکر احوال، اسم اللہ کی مشق، فیض مدام، پیر ہرگز نہ شد۔۔۔ دریائے اسم اللہ

(44) باب-3 مراقبہ کیا ہے؟

مراقبہ محبت ہے، ایمان کا جوہر، مراقبہ ذریعہ تقرب، کیفیات مراقبہ، جلالت کی آگ، خواب اور مراقبہ، محرم اسرار الہی، مرحلہ در مرحلہ، بیٹا اور نایبنا، حجاب نیار، واصل اور عارف، نفس، دل، روح

(53) باب-4 حالت فنا

فنائی الشیخ، فنائی الرسول، فنائی اللہ، اصل افضل ہے، وسوس، شیطانی، تصور فنائی الشیخ

عاجز نفس، مقام ثانی الرسول، مقام ثانی اللہ

باب-5 مجلس محمدی

(59)

رفعت و عظمت، دریائے توحید مطلق، بیہوی کیا ہے؟، تم الہدٰی کا فضل، مقامات و مدارج، بندہ با تاثیر، مقام بے نوائی، عامل علماء

باب-6 دعوت اور علم دعوت

(66)

شرح دعوت، طریقہ، طریقہ دعوت، ارواح اور اہل حضور، اقسام دعوت، خصائص اہل دعوت، ترتیب دعوت، ناقص اور خطیرات، سات مرتبے، قبر کا شہسوار، عامل کا حصار، عزم مصمم، مقام شرح دعوت، نوع دیگر وجود کی پاکیزگی

باب-7 حفرقات

(78)

جمیعت کی شرح، اخلاص کی ضرورت، درویش کا مقام و مرتبہ، جمیعت کا جوہر، علماء اور فقرا کا فرق، علم میں ہے، فرض عین، عینی سنت، کمان تیر اور ہدف، تجلیات کی اقسام، تجلی اور آئینہ، آیات، رد و قبول کرنا، وعدہ روزِ ميثاق، شیطان کی چوبیس باتیں، التقر فری، حکایت

باب-9 اضافی امور

(90)

زیارت الہی، قال نامہ، نقش معنی وجودیہ، ذکر زوال، ذکر کمال، ذکر حال، ذکر احوال، جام مہمت، نورانی چشمے، ترتیب و طریق ذکر، حفرق، آیات، احادیث

باب ا

مطالعہ اور اس پر عمل کی فضیلتیں

ہواؤ ہوس تہ۔ کسی فرد کا نفس اگر شر اور سرکش ہو، اس کے باعث اس کے دل میں کئی طرح کی خواہشات پیدا ہوتی ہوں، حتیٰ کہ اس کی ساری خواہشات نفسانی شیطان کی بیہوی اور پودر و گدگد کی عدم موافقت میں ہوں اس تمام کیفیت نفس میں اگر وہ کسی بھی طرح سے سرکش، بے نکت اور گناہوں بھری زندگی سے باز نہ آئے، اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اللہ کی جانب تائب ہو کر رجوع نہ کرے اور شیطان کے حسین اور خوبصورت پھندوں میں پھنسا رہے تو وہ سراسر خسارے اور زیاں میں ہے۔

قانون الہی :- ایسے شخص کا دل مرده ہو جاتا ہے، اس کی اپنی خیر اور گمراہی کے باعث وہ ہم اللہ کی تاثیر سے محروم رہتا ہے۔ ایسے بد بخت شخص کے بارے میں وسوسوں کے تحت اور قانون خدایوں کی امری متانج کے باعث بے یار و مددگار، مظلوم، اہل، عاجز، سرگردوں اور پریشان و پژ مرده رہے گا۔ اس سے اس کی دنیاوی آسائشیں بھی پتدریج حد موڑتی چلی جائیں گی۔

مطالعہ اور عمل :- اور پھر وہ شخص کہ جو بالکل نون احوال سے عاجز اچکا ہو اپنے آپ کو لوہار و آلام اور رکٹوں کے مقابلے میں کمتر اور بے ہمت محسوس کرتا ہو۔ فریب، مظلوم، اہل، کے عجزیت اور دیو اس کے چاروں طرف منہ کھولے کھڑے ہوں، ایسا شخص واقعی ایک طرح بنزولہ قیمتی سے دو چار ہوتا ہے۔ ایسے علوم اور حسی دست شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کتب کا مطالعہ کرے کیونکہ اس کتب میں دین اور دنیا کے تمام خزانے اور برکت و حسنت موجود ہیں۔

اس کتب کا پڑھنا اور ایک سچے اور پر خلوص قاری کی طرح اس پر حسب المقدور عمل کرنا نفس سے خلی نہیں ہے۔ خلوص نیت کے ساتھ رحمتوں اور فیوض کے خزانوں سے بہت کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں خلق خدا بھی اس کی جانب متوجہ ہوگی بلکہ وہ تائید لیزوی سے لوگوں کو اپنا مطیع اور خدمت گزار بنانا چاہتا ہے۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ اللہ کے اپنے ارشاد کے مطابق کہ جو اپنے پروردگار کی اطاعت کر لیتا ہے ہر دوسری شے اس کی اطاعت میں آجاتی ہے۔

اللہ کی جانب راستے :- اللہ تعالیٰ ایسے اطاعت گزار بندوں کو غیر اللہ سے بے نیاز کر دیتا

ہر طرح کے ظاہر و باطنی خزانے ان پر فرواں کرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ طاعت حق میں آنے والوں پر اللہ تعالیٰ علم تصوف اور صیحت کے تمام دروازے داکرتا ہے۔ بندہ انہی کی بدولت اپنے خالق حقیقی اور مالک انبی و ابدی کی جانب جانے والی شاہراؤں پر گامزن ہو جاتا ہے۔

اس کتب کا قاری اور غلوں دل سے مطالعہ کرنے والا طالب حق بن جاتا ہے۔ اپنی اس طلب و جستجو میں اللہ تعالیٰ اسے صراطِ مستقیم پر کار بند رکھتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے شخص کو بندہ کی خواہش کے موافق نیک اسباب بہم پہنچاتا رہتا ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ معرفت خداوندی بھی اس پر بتدریج عیاں ہوتی چلی جاتی ہے۔ مجلس نبوی میں وہ شخص مقبول اور بار یاب ہونے لگتا ہے۔ ان فیوض و برکت کے باوصف احوال انبیاء علیہ السلام اور اولیائے عظام سے بھی ملاقات کا وہ شرف حاصل کر لیتا ہے۔ گویا اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی دیکھی اور ان دیکھی چیزوں اور امور کو ظاہر کرنا چلا جاتا ہے۔

یہ تمام صفیات اور فیوض و برکت و رسول اکرم ﷺ کے نبی برحق ہونے کی تائید میں اور اللہ جل شانہ کے فضل و فرواں اور عطائے الہی کا کرشمہ ہیں۔

اس کتب میں خیر و برکت کی تمام اہم باتیں اور ایترائی مراحل سے لے کر اکملت تک کے تمام امور اور طریقوں کا تذکرہ موجود ہے۔ اسے جس بھی سطح کا طالب پڑھے گا وہ حسب طلب اس سے خیر و برکت حاصل کرے گا۔ اس کی طبعیت میں بجا طور پر اضافہ ہو گا۔ علم و فضل کی دولت سے وہ ملامت ہو گا۔ لہٰذا لیل نظر اور صاحب تفسیر کو اس کتب سے متعدد علوم مثلاً علم کیمیا، علم دعوت اور تکمیر، علم الہی اور علم استخراج وغیرہ کا حصول ہو گا۔ دشمن خیمیری کی دافر دولت میرا آتی ہے اور قاری کے اپنے کلام و بیان میں خاص تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

یہ کتب بہر حال میں طالبوں کے لئے ایک نعمت غیر حرقہ، تحقیق و تصدیق کے منصب پر فائز احباب کے لئے رحمت حق کا وسیلہ اور ذریعہ، علمائے حق اور نکلی اللہ فخر کے لئے کہ جو دریائے توحید کے شادوں میں سے ہیں ان کے لئے ایک طرح کی پرکھ اور کسوٹی کا کام دیتی رہے گی۔

جو طالب حق اس کتب سے اسم اعظم، خزانہ معرفت اور مخزن، علم و لوب حاصل کرے گا وہ پانچین عام لوگوں سے کئی اعتبار سے مغزور اور اہم ہو جائے گا اور وہ کسی امر کے بارے میں دوسروں سے سوال کرنے کے حجاب اور اپنی کم بائگی کی عذامت سے محفوظ رہے گا۔

احاطہ علم و اور اک :- اور علم پر تسلط و تصرف ہونے سے یہ مراد ہے کہ طالب اس رتبے پر پہنچ جائے کہ جن تک زمین و آسمان کے علوم کے ہزاروں مراحل اور مدارج ہیں۔ وہ سب

مرحلہ وار اس پر واضح اور ظاہر ہو جائے یوں لوح محفوظ بھی اس کے دائرہ علم میں آنے کے باعث ظاہری آنکھ کے مطالعہ و مشاہدہ میں آ جاتے ہیں۔ اس طرح اس کی نگاہ کیمیاگری کے کمالات کرنے کے لائق ہو جاتی ہے۔ مس خام اس کے نزدیک سونا اور چاندی بن جاتے ہیں۔

زبان و مکتان بھی اس کے احاطہ اور اک میں ہوتے ہیں۔ یوں باطنی و محل اور مستقبل سب ایک ہی کڑی کی صورت میں اس پر عیاں رہتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان زبانوں کے دیگر احوال کشف و کرامت کے ذریعے اس کے درجہ علم کا حصہ بنتے رہتے ہیں۔ ایسے شخص پر زندہ اور عدم کے امور بھی واضح ہوتے رہتے ہیں یعنی لیل القیور بھی اس کے سامنے حاضر ہو سکتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی چشم حق میں اس قدر نور اور توفیق بخش دیتا ہے کہ خشک و زرخیز بھی اس کی نگاہ سے بار آور ہو جاتے ہیں اور ان پر ہوا بنی چلنے لگتی ہے بلکہ برگ و ثمر بھی ان کے سامنے ہی آ جاتے ہیں۔

ایسے شخص کی خواہشات اور احکام کی بجا آوری کے لیے ہر چیز بخیر رہتی ہے۔ وہ اگر چاہے تو خشک اور بانجھ زمین اس کے لیے پانی اچھل دیتی ہے اگر پانی ہی کی خاطر وہ آسمان کی جانب نگاہ طلب کرے تو آسمان بلبلوں میں سے پانی کے لئے اپنے دروا کر دیتا ہے اور پھر اگر وہ صاحب کمال پانی کی جانب نظر کرے تو وہ بھی یا شد کی حش بن جائے اور اگر سراب زندہ رہتے کے ریگزاروں پر اس کی نظر پڑے تو وہ بھی قد اور شکر بن کر پیش ہو جائیں اور یہ تمام مراحل اور تعریقات تائید ایزوی سے بندہ نبی ﷺ بچید نہیں ہیں۔

مرشد کامل و عامل :- اور راہ معرفت میں مرشد اور رہنما ایسا کامل اور عامل ہونا چاہئے کہ جیسا میرا مرشد اور پیر کامل اور روشن ضمیر ہے یعنی میرا مرشد شیخ محمد بن عبد اللہ جیسا ہوا انہوں نے اپنے ہزاروں مریدوں کو ایک ہی نظر الطاف سے کئی درجات و مقامات بخش دیئے اور ان میں سے بعض کو تو انہوں نے لایا اللہ اور نعمت و معرفت کے تقرب میں ایسا فرق کیا کہ وہ وہیں کے ہو رہے۔ میرے پیر و مرشد نے متعدد طالبان حق کو حضور نبی اکرم ﷺ کی مستقل حضوری کے مرتبے پر فائز کیا اور پھر اس طرح کا پیر گنج بخش چاہئے کہ جو طالب کو ریاضت، مجاہدات اور لوہار و آلام کے جان لیوا مدارج کے بغیر مصائب و مشکلات سے بلا ہی محض کرشمہ نظر سے دلوں کو ذکر الہی کی ضرب مسلسل سے چاک کر کے قطرے کو سمندر کے ہم کنار کر دے اور وہی پیر کامل نفس کو دلوئی ہلاکت میں پہنچا کر دم لے اور بندے کی مدح کو رحمان کی مواہقت کی تکمیل پر گامزن کر کے شیطان لہجوں کے سامنے بے خطر سینہ سپر کر دے۔

میرا یقین اور عقیدہ ہے کہ اگر کسی بندہ خدا کو کوئی مشکل درپیش ہو یا وہ شیطان کی قید و بند

میں مجبور و مقهور ہو تو ایسے موقع پر اسے لازم ہے کہ وہ حضرت شیخ محمد بن عبدالحق جیلانی رحمہ اللہ کے تصور کو ذہن میں لا کر ان کی جانب رجوع کرے اور غلوں میں سے بچے کہ احقر و یا مملک الارواح القدس و الحسی و لاحق اس کے ساتھ ہی دل کی کیفیت کو بدلنے کی خاطر تین بار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی ضرب سے محبوب کرے تو یہ صاحب حضور وہی تشریف فرما ہوتے ہیں۔ بلکہ خود یہ گواہ دیتے ہیں کہ کون طالب حق ہے اور کون لغت کا خواہش مند ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اس شخص کی مشکل کشائی کر دیتے ہیں اور اس ساری صورت اور وارث ہونے والی کیفیت کو اہل شعور و نور اک بہر طور پر جان لیتے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے یہ کمال نے انہیں کس طرح مشکل سے نکالا اور فرما لیا ہے۔

تائید ایزدی :- اور ہاں ہر کام اور فعل من جانب اللہ ہر وقت اور اسی کی تائید و توفیق کا مہون منت ہوتا ہے اور یہ کتب بھی اللہ تعالیٰ کی تائید اور توفیق اسی کے حکم اور اذن اور نظر رحمت سے ترتیب دی گئی ہے۔ اس کتاب کے لکھنے میں نبی رحمت محمد مصطفیٰ کی اجازت و حوصلہ افزائی اور تائید نبوی بھی شامل حال رہی ہے۔

مرشد کمال :- سالک یعنی صوفی جو تقرب الہی کا خواہش مند ہو اسے چاہئے کہ وہ سب سے پہلے مرشد کمال کا جو یا نور حلاقی ہو ایسا مرشد کہ جو عالم بھی ہو عالم بھی شریعت کا سختی کے ساتھ پایند ہو اور وہ قہوری سروری سلسلہ سے ہو پھر وہ صوفی ایسے ہی و مرشد کی بیعت کرے اور اس کی رہنمائی اور ہدایت میں وہ سلوک میں قدم رکھے۔ قہوری سلسلہ کا اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ ایک عظیم سلسلہ ہے کیونکہ کسی اور سلسلے کی انتہا بھی اس سلسلے کی ابتدا کے برابر نہیں ہے۔ اس سلسلہ سے وابستگی کے بغیر ہر طرح کی ریاضت و عبادت اور جہاد سے سب بے ثمر و کمائی دیتے ہیں اور اس امر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ قہوری سرور مرشد ہر اعتبار سے کمال اور مجموعہ لوصف اور عالم با کردار ہوتا ہے۔ وہ ظاہری اور باطنی طور پر ذکر و فکر کا رسیا اور مشغول یاد الہی رہتا ہے۔ اس سلسلہ قہوری میں لا اللہ کی معرفت رسول اکرم ﷺ کا ظاہری و باطنی قرب اور درس نبوی میں حضور کا شرف نصیب ہوتا ہے۔ پھر ایسا طالب حق زندگی بھر قیصری راستوں سے بچ کر کفر و شکر جیسے مملک امور سے بیحد بیحد کے لیے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ اپنا دست بنا لیتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس درجے کا طالب دیدار محبوب ربانی حضرت محبوب سبحانی جناب غوث الاعظم شہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے شرف سے فیض یاب ہوتا ہے اور دیدار بزرگان کلمت گنہ کے صدیق یہ دیدار و جلوہ برکتوں اور رحمتوں سے خلق میں رہتا۔

کر شمت ہوتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سبحانی محبوب سبحانی ہر روز ایسے ہی طالبان کلمت کو ہزاروں کی تعداد میں مشاہدہ و حدایت کے بحر نیکیوں میں نورانی طور پر غرق کرتے ہیں۔ ایسے مریدوں کی تعداد پانچ ہزار ہوتی ہے ان میں سے تین ہزار کو قائم الفقیر فقیر اللہ کے مرتبے پر پہنچاتا جاتا ہے اور باقی دو ہزار مریدین با مقادرس نبوی میں حضور ﷺ کی بارگاہی کی نعمت سے شرف ہوتے ہیں۔ یہی طریقہ اور سبیل اسم اللہ کے حاضران کی باطنی توجہ کے کر شمت کا ہے۔ اس سے حضور نصیب ہوتی ہے اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ذکر خیر کی ضربات مسلسل اور دقیق فرلوں سے خیر و برکت میر آتی ہیں۔ قہوری سلسلہ صوفی کے تصور اور عقیدہ و بیوی کے نتیجے میں یہی لہجہ و برکت ہر ایک کو پھی طور پر بھی میر آتی رہتی ہیں۔ اس کا چرچا عالم رنگ و رو میں آئلب کی روشنی کی مانند ہونا رہتا ہے اور دونوں جہاں اس کی نورانی کرلوں سے طالبان کے لئے منور و نمایاں ہوتے رہتے ہیں۔

کیا	حج	مجلس	را	نور
ہر	کہ	را	اصل	ہست
ام	اعظم	انتہا	پہلو	حد
درد	پہلو	درد	د	شب
کو	چشمے	کے	پہ	ہند
کو	را	از	آئلب	مد
			جلب	

تشریح و ترجمہ :- ہونے کیبا کے فرلوں اور زینوں کو ضرورت مند اور مظلوم کو مجسم صورت میں دکھائیے ہیں۔ لب یہ انہی لوگوں پر موقوف ہے کہ وہ اپنی اصل و خود کے مطابق ان فرلوں میں سے کیا حاصل کرتے ہیں اور وہ جو اسم اعظم ہے وہ وہ ہو کی لہی کہ نما ضرب پر اگر ختم ہوتا ہے اور اس میں ذرا برابر تسام اور کوئی نہیں ہے کہ ہاؤ کے وہ ذو شب و نام اسی حوی کے سلیوں میں بسر ہوتے ہیں لیکن عالم انسان سے یہ امور پوشیدہ اور مخفی ہیں کیونکہ اہل حرمی آنکھوں والوں کو آئلب فرلوں کی تباہیوں کب دکھائی دیتی ہیں۔ اہل حرمی شخص کے لئے تو روشنی اور نور کی راہ میں بیگانوں جلب اور پردے حاصل ہوتے ہیں۔

باجہ مرشدوں :- اس امر کی وضاحت آسان لفظوں میں کی جاتی ہے کہ قہوری طریقہ سلوک کا راز اگر اس راستے کو چھوڑ کر کسی اور راہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ بے برکت ہے فیض اور ثمر لو رہتا ہے بلکہ حضرت سلطان ہاؤ کے نزدیک وہ گنہ کار مگر کب بھی ہو جاتا ہے انہی اور

امری نظام کے تحت اس کے مراتب اور فضائل بھی سلب ہو جاتے ہیں لیکن راہ حق کے حلاشی طالب کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مرشد کمال کی تحویل و تکرانی میں آئے یا دوسرے لفظوں میں وہ کسی راہبر کو اپنا رہنما بنائے بطور مرشد اسے اپنائے اور قبول کرے کیونکہ اس میں اسی کا ہملا اور عاقبت اور حسن ہے۔ مرشد کے بغیر مرید بے سود یا اور گمراہیوں کے نزدیک ہے اور اس کی ذلت پر مرشد کا جلوہ اور تاثر بھی اپنا اثر نہیں دکھاتا۔ ایسے حلاشی حق کے اہل و اشغال نتیجہ خیزی سے محروم رہتے ہیں اور وہ سالک کسی طرح کے مقام و مرتبہ کے لئے بھی ترسای ہی رہتا ہے۔ ارشدو ہاری تعالیٰ سے بھی اسی ذمے میں تائید و توثیق موجود ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ اے ایمان والو اپنے اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے لئے اس کی جانب وسیلہ ڈھونڈو۔

الرفیق ثم الرفیق :- اس پر مستزو حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے کہ "الرفیق ثم الرفیق" اول رفیق کو ڈھونڈو اور پھر تلاش راہ پر قدم رکھو۔ اس مرحلے پر ایک احتیاط کی یہ بھی ضرورت ہے کہ اگر بغرض عمل واقعی طور پر سلسلہ قادری کا مرشد کمال نہ مل سکے تو توقف سے کام لیا جائے بلکہ ضروری ہے کہ بار بار اس کتب کو زیر مطالعہ رکھا جائے۔ اللہ کوئی سبیل ضرور پیدا کر دے گا۔ بس دوران مطالعہ یقین کمال اور مستحکم ارادہ رکھے۔ اسے ضرور درس رسالت میں بار پائی ہوگی اور پھر جلد ہی اس پر اسرار الہی پتدرج منکشف ہوتے چلے جائیں گے بقدر صدق و یقین اس درجہ کے جو یائے حق پر بھی رفتہ رفتہ ارض و سما کے اسرار کھلتے چلے جائیں گے۔

یقین ہے کہ اس کتب کا پڑھنے والا خدا شناس، عارفانہ مقام کا حامل اور اچھے اور برے میں امتیاز کرنے والا بن جاتا ہے۔ خلق خدا اس کی رہنمائی سے فیض حاصل کرنے لگتی ہے اور جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ یہ کتب تو گمراہوں کو دولت غنائے ملامت کر دیتی ہے۔ درویش کی تو گمراہی بے نیازی میں بدل جاتی ہے پڑ مراد اور ڈولیدہ عمل لوگ امن و سکون سے بہرہ یاب ہو جاتے ہیں۔

اس کتب کے بارے میں یہاں تک بتایا گیا ہے کہ "جو شخص اس کتب کو پڑھے گا اس کو (ایک خاص وقت تک) بیعت کی ضرورت نہیں رہے گی۔ رجعت پسند یا سہلہ فضولیات میں غفلت رہنے والا اس کتب کے مطالعہ سے رجعت کی کچھادوں سے ضرور نکل کر آزاد دنیا میں آئے گا یہ کتب مرادوں کو زندگی بخش دیتی ہے اور یہ جلا بخش حیات نو بندے کو حقی و قیوم کے اعلام العیوب تک پہنچنے میں بھی ممدو معنون ثابت ہوتی ہے۔ یوں اس کے سامنے ہر زمانے یعنی ہنسی، حل اور مستقبل کے حالات ایک بسلا کی مانند بچھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

اصل یقین است یقین ہلا کن
محرم اسرار شو ہے کن ذکن
اصل یقین است یقین گر شود
کار تو از ہفت لک بگذرد

تشریح و ترجمہ :- ہر چیز کی اصل اور اساس در حقیقت یقین ہی ہے۔ اس لئے یقین کی دولت سے اپنے آپ کو ملامت کر لے اور یوں اس یقین کی بدولت بن کیے ہی محرم اسرار ہونے کے درجے پر پہنچ جا۔ دراصل یہ یقین ہی اساسی اصل اور بنیادی جز ہے اگر تجھے اس امر کا پختہ یقین ہو جائے تو حیرت انگیز کار ہفت لک سے بھی بڑھ کر ہے۔

مرتبہ اہل حضور :- اس سیاق و سباق اور طالب و مطلوب اور مرید و مرشد کے پس منظر میں یہ ضروری ہے کہ مرشد کمال سب سے پہلے طالب کو اللہ جل شانہ و عم نوالہ کے اسم اول "اللہ" کے تصور میں متغرق کر کے سے فکری اللہ کے مقام تک لے جائے تاکہ وہ اس مقام سے مشاہدہ حق سے فیض یاب ہوتا رہے یوں طالب جو حلاشی حق ہوتا ہے وہ چلے ہاڑیوں اور ریاضتوں کی جاں سوزیوں کے شکنجہ امور سے بچ کر نکل جاتا ہے۔ ویسے بھی یہ ایک انہی حقیقت ہے کہ اہل حضور کو اس بات کی ہرگز حاجت اور احتیاج نہیں ہوتی کہ وہ درود و خائف کی ملاؤں کے نامے پانے میں الجھے رہیں۔

یہ انسانی زندگی کا ایک قدری خلا ہے کہ وہ نفس اور شیطان کی قید سے بچا نہیں ہوگا۔ یہ بھی ایک لازمی امر ہے کہ دنیا کی رنگینیوں کی جانب سے اس کی بے نیازی اس کے لئے عمل اور مشکل ہوتی ہے لیکن یہ سب کمال مرشد کی عدم موجودگی کی کار فرمایاں ہوتی ہیں۔ مرشد کا وجود ان کا مسکت قوز ہے۔ مرشد اپنے مرید کو اللہ کے اسم کی گرویدگی اور حیرت اسم اللہ سے متصف کرتا ہے یہ کیفیت اللہ کی راہ میں خاصی نازک اور احتیاط طلب ہوتی ہے۔ مرشد کی ہدایت کی عدم موجودگی میں مرید اسم ذاتی کے نور سے ربوبیت کے ذکر و نام میں محو مشغول ہو سکتا ہے مگر طالب کا تو درجہ ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر درجے کو نور حضور سے بوسیلہ مرشد و رہنما نظارہ کرے۔ ان مراحل میں ظاہر و باطن لوح محفوظ اس کے دل اور ضمیر میں رہتی ہے اور اسی لئے لالہ اللہ محمد الرسول کے ذکر کے تصور سے اسے حضوری کا درجہ ملتا رہتا ہے۔

دل الہیم جسم کا حاکم ہوتا ہے پورا جسم دل کے احکام کا پابند رہتا ہے لیکن جب طالب کا دل کلمہ طیبہ کے ذکر سے مرصع ہو جاتا ہے تو پھر یہ طالب جسم کے ساتھ ساتھ دونوں جہانوں پر بھی بہرہ ور ہو جاتا ہے یوں کمال مرشد اپنے مصلوق اور یقین حکم پر کار بند طالب کو سات چاہیوں سے

لوڑتا ہے یہ سات چالیس حاضریت کی دنیا کے ساتوں قفل کھولتی رہتی ہیں۔ مرد کے لئے یہ مرحلہ ایک بہت بڑی جست ہوتی ہے اور میرا یقین ہے کہ گھوری سہویدی سلسلہ کا مرشد کامل طالبوں کو ان مراحل پر اکام و مصائب، چلچلت اور ریاضت اور اشکال کے بغیر بھی پہنچا سکتا ہے یہ مراحل اور مراتب ظاہری، باطنی پوشیدہ، انلی، ابدی، دنیا، حتمی آخرت، فرق، ثانی اللہ اور معرفت توحید ہیں۔ اپنے درجے پر ہر مرحلہ بنزلہ ایک دوسرے سے بڑھ کر نور رتبے میں بلند اور اعلیٰ ہے۔

دنیا محل ہے و غیبی :- اللہ تبارک و تعالیٰ شانہ نے وہ فقیر کو جو اسم اللہ کے حاضریت پر تصرف کے اہل ہیں، انھیں یہ قوت و مرتبہ عطا کر رکھا ہے کہ وہ جو چاہیں اور جیسا بہتر سوچیں اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ علم کی کیا کے ذریعے کمالات و کرشمات دکھا سکتے ہیں۔ لیکن اس سے بلند اور اعلیٰ درجے پر قانیز کہ اللہ والے اور فقیر ہیں وہ بظاہر دولت غنا سے معمور ہیں لیکن انھوں نے تو اپنا اول و آخر دعا و نخواستی ہی بنا رکھا ہے کہ وہ حضور حق نبی برحق ﷺ کے درس و مجلس میں حاضر رہیں۔ ایسے صاحب دل طالبان عام دنیاوی امور اور سلبتہ مراحل و مراتب کو خاطر ہی میں نہیں لاتے۔ وہ علم کی کیا گری سے بھی کرشمات پر مدار نہیں کرتے لیکن وہ تو صرف اور صرف فنا کے پوجود فقر و غنا میں خون جگر کو اپنی خوراک اور غذا بنا لیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی دنیائے دوزن حیض پیدای کے صدق اسے لائق اور محل ہے رنجی جانتے ہیں۔

معرفت الہی اور حسب فقر :- اور ایک واقعہ سنو وہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ چھ صاحب کرام اور رسول اکرم ﷺ کے یاروں نے حضرت محمد ﷺ سے دریافت کیا کہ "دنیا میں وہ کون سی بات اور عمل مسخّن اور اچھا ہے کہ جس سے دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا قرب و معرفت حاصل ہو اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ دنیا میں وہ کون سا عمل یا امر پوشیدہ ہے کہ جس کے سبب دونوں جہانوں میں پروردگار حقیقی سے بند اور دوری پیدا ہوتی ہے۔ اس سوال کے جواب میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معرفت الہی اور فقیروں کی دوستی۔ یہ دونوں انسان کے لئے عظیم نعمتیں ہیں۔ اللہ کی معرفت اور اس کی اصل حقیقت کو پہنچانا ہی معراج انسانیت، بندے کی انلی و ابدی قسمت اور تقدیر کیا ہوا مقدر ہے۔ پھر فقیروں کو دوست رکھنا انسانی عظمت کا ایک پر تو ہے۔ یہ دونوں نعمتیں اس جہاں میں بندے کی عظمت سر بلندی اور سرفرازی اور انسانیت کے لیے موجب فخر و ارفع ہیں دنیا کی جانب دیکھنا ایک عمل نامسعود اور نامتمیل فعل وار لہ ہے بلکہ اس دنیائے سوختی پر نظر حقارت رکھنا ایک طرح سے شیطان مردود کو مطیع اور بربود ہلاک کرنا ہے۔

تصور اسم اللہ :- اے عزیز من؟ اپنے خبیث کو چھوڑ کر صاف سخی زندگی گزارنا ایک سخن اور سخت مرحلہ ہے کیونکہ بندہ جس وقت تک اسم اللہ کی متواتر مشق و ریاضت کی التناک آگ میں سے نہ گزرے اس کی تلاشیں اس کا پچھا نہیں چھوڑیں اور شر اور فتن یعنی باہر سے کچھ اور اندر سے کچھ اور ہونے کی کیفیت سے باہر نہیں نکلا جا سکتا اس آگ سے دل کا ذنگ بھی اتر جاتا ہے اور دل کا ذنگ اندر نے کی خاطر دل کو ذمہ کرنا پڑتا ہے۔ نفس سرکش کو شدت اور جبر کے ساتھ کھڑے رکھنا پڑتا ہے اسم اللہ کے تصور کی مشق کے بغیر خلوت و درو مساکن دین اور فقہ پر بے تحاشا اغراجات ریاضتیں اور چلچلتوں میں وہ کراہتی صحت اور جان کو کھو کر ہل کی طرح پارک ہو جاتا اور مسلسل چلچلتی بیٹھک کے باعث بیٹھ کر اویٹا و میو کی کوئی قدر و قیمت اور لہیت نہیں ہے۔ ان اشغال و افعال سے دل کی سیاہی حسب سابق ہی برقرار رہتی ہے۔ لیکن اسم اللہ ایک کلہ کر اور نود برف لٹو ہے۔

اس اللہ کے تصور کی عدم مشق کرنے والا اپنے مرغوب اور من پسند مراتب کو اس طرح حاصل کر لیتا ہے کہ جس طرح بے مشقت مشوق مل جائے یا بغیر محنت جان کشی کے محبوب حاصل ہو جائے۔ ایسے تصور والے شخص کے نزدیک دشمن کی ساری وسعت و بسلا صرف نصف قدم سے بھی تھوڑی ہے۔ اسم اللہ کے تصور کی مشق کرنے والا پسند پانچ و دو نماز ہے۔ پانچ نماز کعبہ شریف میں لوار کرنا اور حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت میں اس کا بیشتر وقت گزارنا ہے۔ چھ لانا بیام حضرت کوم علیہ السلام سے لے کر ختم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک اور پھر حضور نبی اکرم سے لے کر قیامت تک کے تمام صوفیا اور اللہ کے اولیا صاحب رفعت و مراتب اور مومنین کے ادرج مہارکہ سے وہ مصافحہ اور ملاقات کرنا اور ان بزرگان عظام کے دروس و مجالس میں پارہالی سے فیض پات ہوتا ہے۔ اس کے باعث وہ خود بھی لوگوں میں مقبول ہو جاتا ہے۔

اسم اللہ کے تصور میں غرق ہونا اور مجلس سرور اکرم ﷺ میں حضوری میں رہنا ایک افضل اور فضیلت بھرا مرتبہ ہے۔ یہ مرتبہ و مقام اس قدر اہم اور اعلیٰ اور مستبر ہے کہ اس کے مقابلے میں ہر دوسرا مرتبہ اور مرحلہ پچھ اور لوٹی ہے اس خطہ ارض پر جس قدر اصحاب درود و خائف و اور لو پڑتے ہیں اور حاکم کرام جس قدر خلوت کلام پاک کرتے ہیں یا وہ کہ جو ساری دنیا کو اپنے تصرف میں لاکر اس کی تمام دولت اور خزانوں کو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے قائمہ اور فلاح کی خاطر صرف کر دے یہ سب خیر جذبے اور اعمال تصور اسم اللہ میں مستغرق رہنے سے کمتر درجے پر ہیں۔

اس ہاٹ مسلمان کے لیے یہ واجب نہیں ہے کہ کسی دم بھی یاد الہی سے غافل اور بے نیاز رہے۔ اسی بیان میں ایک حدیث مبارکہ ہے کہ "الانفاس معودة کل نفس ینخرج بغیر ذکر اللہ فہو میت" یہ عمر مزگنتی کے سالوں پر مداخلت ہے اور جو سال یاد الہی کے بغیر غفلت میں گزرا وہ مردہ ہو جاتا ہے۔

ہر کہ دیوانہ شد با ذکر حق
 زیر پائش عرش کرسی ہر طبق
 ہر کہ غافل سے شود ذکر خدا
 نفس لوزیہ شود کفر از ریا

تشریح و ترجمہ :- جو شخص ذکر حق کا یاد الہی میں دیوانہ ہو گیا ہو اس کے پاؤں کے نیچے عرش، کرسی اور لور طبقہ سوات ہو جاتا ہے اس لیے جو اللہ کی یاد سے غافل ہو اور در تکبر میں اس کا نفس موتا ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص میں ریا اور دنیاوی دکھلاو اپنے کر کفر تک پہنچ جاتا ہے۔

☆☆☆

باب نمبر ۲

ذکر الہی

قلب و نظر کے سلسلے :- ہر طرح کا ذکر شروع کرنے کے سلسلے میں یہ ضروری دکھائی دیتا ہے کہ مرشد پر یہ لازم ہے کہ وہ طالب حق کو سب سے پہلے خوف ریا سے آڈو کرانے کی کوشش کرے اور پھر اسے کشف سے مجلس رسول اکرم ﷺ اور اس مقام مبارک کا مظاہرہ کرائے اس ابتدائی تربیت کے بعد اسے معرفت کے علم کا سبق دے کر اس کی تھیں کھینے۔ طالب کو آٹاڑی میں ذکر و فکر مزاجہ اور درد و غمناک میں مشغول کرونا اس کے لیے مشکل پیدا کرنے کے حروف ہے۔ اس لیے مرشد کا فرض ہے کہ وہ پہلے طالب کو اسم اللہ کا تصور سکھائے اس تصور اسم اللہ سے مرید کا باطن معمور ہوتا ہے۔ مرشد کو چاہئے کہ وہ پہلے اسم اللہ کو خوب صورت اور خوش لگہ کر طالب کے سپرد کرے اور اس کے بعد مرید کو یہ حکم فرمائے کہ وہ اسم اللہ کو دل پر لکھے اور جب محسوس ہو کہ اس نے اسم اللہ دل پر ابھی طرح سے نقش کر لیا ہے تو اسے سکون و قرار کا رسیا بتایا جائے پھر اس مرحلہ پر طالب سے کہا جائے کہ غور سے اور دل کی نگاہوں سے دل اور اس کے ارد گرد کو دیکھے اور محسوس کرے۔ طالب کو اسم اللہ کے حروف آئلب سے بھی زیادہ چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پورا دل نورانی کرنوں سے منور ہو کر چمکتا دکھتا رہتا ہے اور اتصال قلب کا میدان اس کے لیے سات طبقوں سے بھی وسیع و عریض ہو جاتا ہے اور اس میدان میں دل ایک لوتی سے سیاہ لعل سے زیادہ حیثیت میں رکھتا۔ اسی میدان میں ایک نورانی روضہ مبارک موجود ہے سچا اور حقیق کمال سے ترتیب پانچ طالب اس روضہ تقدس کا دیدار کرتا رہتا ہے۔

قلل اور کلید :- یہ قلب و نظر کے سلسلے بہت وسیع و عریض ہوتے ہیں اور ان میں روضہ تقدس کی ایک مرکزی حیثیت ہوتی ہے۔ اس روضہ مبارک کے دور اندازوں پر کلہ طیبہ کا قلل ہے یعنی لالہ لالا اللہ محمد رسول اللہ رقم ہے اور اس قلل کی کلید یا چابی اللہ کا اسم ہے۔ درو اسم اللہ سے یہ قلل کلہ خود بخود کھل جاتا ہے۔

اسم اللہ سے جب بندہ قلل و کلید کی قید سے بلند و بالا ہو جاتا ہے تو پھر طالب مقام خاص کی حدود کے اندر آ جاتا ہے۔ انہی حدود کے اندر درس و مجلس نبوی ہوتی ہے۔ وہیں پر تمام صحابہ

کہا اور حضور نبی اکرم ﷺ خود بھی شرف فرماوتے ہیں۔ یوں وہ میرے تائید و توثیق لبروی سے اور مرشد کامل کی خاص صفت سے قرب حبیب کبریا سے فیض یاب ہوتا ہے۔

نورانی آگ کا ظہور ہے۔ اس ساری حضوری اور ہر کیف کیفیت کے برخلاف کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ اس کے دل کو شیطان و سوسوں اور نفسانی قوتوں اور خطرات و غمگیناؤں نے بکڑ رکھا ہے۔ اس سبب پڑھوگی اور بخوشی اس دل کا مقدر بن چکی ہے تو اس صورت سے بھی چھٹکارا پایا جاسکتا ہے اس صورت میں بھی مرشد کامل کو لازم ہے کہ اس شخص کو تصور اسم اللہ کا حکم دے اور اس کے ساتھ ہی اسم اللہ اور حروف کلمہ طیبہ طالب کے دل کے گرد گھمائے۔ مرشد کے اس عمل سے مرید کے سر سے پڑوں تک پورے جسم میں ایک نورانی آگ سی بھڑک اٹھے گی۔ اس آگ سے تمام قوتوں فرسودہ جل کر خاکستر ہو جائیں گی۔ مگر طالب حقیقی حصول میں رہا سلوک میں صلاحی اور اس میں ہو گا۔ اس کے چین میں چنگلی اور قلب و نظریں وسعت پیدا ہوگی وہ شخص درجائے توحید میں فرق ہو کر کفر و شرک سے دور اور بیزار ہو گا۔

ایمان کا مقام ہے۔ اے جان عزیزہ جان لے کہ حیرے پائیں پلوں میں فس کا مقام اور گھر ہے اور حیرے دائیں پلوں میں شیطان کا مقام ہے۔ یہ حیرے اس قدر قریب ہیں کہ تجھے ان دونوں سے ضرور جنگ کرنا پڑے گی۔ جو شخص اتنے قریب دشمنوں کو اپنے پلوں میں لے لے ہوئے ہو اس کے مقدر میں آرام و سکون اور خواب و راحت کسی۔ اس لیے اے دوست و نائل اور صل مندی سے کام لے۔ تجھے تو ان دشمنوں کے زرنے میں گھرے ہوئے ہونے کی صورت میں ہر لمحہ ہو تیار اور خبردار رہنا چاہئے۔ ویسے ذمت اور موت کا کوئی وقت صحن نہیں ہے ہاتھوں رمل کسی وقت بھی بچ سکتا ہے۔ پس اس تک وقت میں مرید کو چاہئے کہ وہ ہمہ وقت اسم اللہ کے تصور میں اپنے آپ کو مشغول رکھے۔ اس صورت میں پھر طالب میں سے اسم اللہ کے حروف کی بدولت انوار کی گلی کے شعلے پیدا ہوں گے جن کے جلو میں وہ جلوہ حق سے مشرف ہو کر فرق انوار کے مقام پر جنت کی طلب و خواہش سے بے نیاز اور دنار کے ڈار اور شہانہ پر حکمران ہو گا اور اے صاحب دل یہ باتیں جان لے کہ جینا ایمان خوف اور امید کے درمیان واقع ہے۔ یہی ایمان کا مقام ہے۔

اللہ کی محبت ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب فقیر اسم اللہ کی مشق اور ورد میں ہمہ تن مشغول و مصروف ہوتا ہے تو اس وقت اس کے بدن کا ایک ایک رول بھی ستارہ ہو کر اپنی زبان کھولتا ہے اور جوش محبت سے یادہی میں اللہ اللہ پکارنے لگتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا دل نعرے

لہتا ہوا ہو کر گونے میں محو ہو جاتا ہے۔ اس پر مستزاد اس شخص کی روح "ہو الحق ہو الحق" کی تصبیح میں مشغول ہو جاتی ہے۔ اسی موقع پر بندے کا نفس بھی دیوانہ وار رہنا ظالمنا انفسنا (یعنی اے میرے رب میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا) کہنے لگتا ہے۔ انسانی جسم و روح اور نفس کی یہ عبادت ایک طرح کی بھولپی جذبے اور رجبہ معشوقانہ کی سطح پر ہوتی ہے۔

انسان قلبی کے وجود میں درحقیقت دو دم یا سانس موجود ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو سانس انسانی وجود میں اندر جاتا ہے اور دوسرا وہ جو باہر نکلتا ہے۔ ان سانسوں اور دموں پر دو فرشتے مامور ہیں جب انسان اندر کی جانب سانس کھینچتا ہے تو وہ فرشتہ کہ جو اس عمل پر مامور ہے وہ اللہ جل شانہ سے درخواست کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار اس سانس کو میں اندر ہی روک لوں یا پھر باہر چلے دوں۔ اور اس کے بعد جب سانس اور دم باہر نکلتا ہے تو دوسرا فرشتہ بھی اپنے اللہ سے یہی سوال کرتا ہے۔ گویا انسانی زندگی کا ایک ایک سانس اور دم حکم الہی سے وجود کے اندر جاتا ہے اور پھر اسی کے لقن و اجازت سے وجود سے باہر نکلتا ہے۔

اس ساری نازک صورت حال میں جو دم اسم اللہ کے تصور سے باہر نکلتا ہے اے نفسیات میرا آتی ہے اور وہ ایک نورانی صورت اختیار کر کے بارگاہ الہی میں چلا جاتا ہے۔ اللہ اے اور بھی رجبہ بخشا ہے۔ وہی سانس ایک بیش قیمت موتی کی طرح ہو جاتا ہے وہ اس قدر انمول اور قیمتی ہوتا ہے کہ اس کی قدر و قیمت دونوں جہانوں کے اسباب سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ فقیر ہمیشہ اسی طرح کے بیش قیمت موتی ہی ہاتھ پلے جاتے ہیں۔ اللہ کے فقیروں کے پاس ایسے موتیوں کے خزانے موجود ہوتے ہیں اور شاید انھی موتیوں کے خزانے ہی کے بل وصف ان فقیروں کو اللہ تعالیٰ کے خزانچی بھی کہا جاتا ہے۔ جب اللہ کے علاوہ باقی سب دنیا کی ہوس ہے۔ اس لیے اللہ کی محبت ہی اختیار کرنی چاہئے۔

طالب حق کو چاہئے کہ اسم اللہ کا تصور اور ورد کرنے سے پہلے خشوع و خضوع کے ساتھ سب سے پہلے وضو کرے پاک اور صاف لباس زیب تن کرے پھر کسی خلقی اور امن دلی جگہ قبلہ رو ہو کر قعدے کی صورت بیٹھے۔ اس کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم کر کے اللہ کے اسم کا مشغل کرنے کے لئے اپنی دونوں آنکھیں بند کر لے اور رفتہ رفتہ مراتب کی صورت میں پہنچے۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہلی سے اسم اللہ کا فکر شروع ہوتا ہے لیکن یہاں تک پہنچنے سے پہلے بند کو چاہئے کہ وہ شیطان لمحوں کے تمام راستے ظاہری اور باطنی کلی طور پر بند کر کے اپنے آپ کو خطرات شیطان اور سوسوں نفسانی سے ہمت دور لے جائے اس حالت مراقبہ میں سب سے پہلے تین بار آیت الکرسی پڑھے۔ پھر تین مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی جائے اور اس کے بعد

تین مرتبہ ورد شریف پڑھے اور تین بار ہی سلام "قولا" من رب الرحیم پڑھ کر تین مرتبہ چاروں قبل پڑھے جائیں اس کے بعد تین بار سورہ فاتحہ پڑھی جائے تین مرتبہ سبحان اللہ اور بعد میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ○ پڑھے پھر ایک ہزار بار استغفار پڑھے تین مرتبہ کلمہ شہادت اور تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا جائے یہ سب کچھ مراقباتی اعمال میں پڑھ کر اپنے بدن پر پھونک لاری جائے۔

ان مراحل کے بعد اسم اللہ کا تصور کرے اور تصور ہی کے ساتھ فکر کے بعد اپنے دل پر اسم اللہ لکھے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان اعمال کی تاثیر سے سینہ صاف ہو گا اور اسے مغفلی و طہارت میر آئے گی۔ یوں دوسرے بدن میں نفس سوچیں اور بھگانے والے امور بندے سے دور ہو کر معدوم ہو جائیں گے۔ اس صورت و کیفیت کے بعد آگے میں تصور کیا جائے اس کے بعد تصور ہی میں اڑن اور پرواز کی جائے اس پرواز کی بدولت وہ خود اس میدان میں پہنچ جائے گا کہ جو دل کے بہت قریب ہے اور اسی میں گمراہا ہے۔ ہمیں پروردی محمدی ﷺ ہو رہا ہے لہذا اس مجلس نبوی کے درس رسالت میں شامل ہو جائے اس موقع پر ایک بار لازم ہے کہ لا حول سبحان اللہ اور ورد شریف کو ورد جان بتایا جائے۔ اس سے حکم ہوتا ہے کہ یہ مجلس نبوی ہے شیطان اس قدر بے بس ہے کہ وہ یہاں تک کہی نہیں سکتا یہ بندے کے تصور سے قائم ہونے والی خاص مجلس محمدی ﷺ ہے یہاں پر شیطان کی عدم موجودگی میں بندہ خود حق اور حق کی تصدیق و تحقیق کر سکتا ہے۔

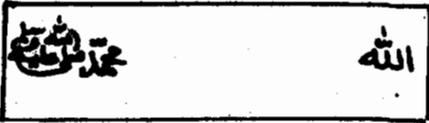
تحقیق و تصدیق :- بندے کی اس تحقیق و تصدیق کی صورت یہ ہے کہ دل کے چاروں طرف چار میدان وسیع ہیں بندہ ان چاروں میدانوں کا تصور کی نگاہ سے معائنہ و مشاہدہ کرے یعنی بتدریج میدان ازل یعنی یہ پیشہ سے رہنے والا میدان ہے اس کا مشاہدہ کرے۔ پھر میدان لہر کا مشاہدہ کرے یہ شروع سے ہے اور پیکلی کا ثبوت ہے۔ پھر عرض سے فرش تک کے تمام طبقات والے میدان کا بھی مشاہدہ کرے۔ آخر میں حقیقی کامیدان دیکھے یہ آخرت اور دوسرے جہاں کا مستحکم کامیدان عظیم ہے۔

دل کی صورت حال اور کیفیت یہ ہے کہ دل میں قلب یعنی من کی دنیا آہو ہے۔ قلب میں سر ہے سر ہمید اور راز عقلی ہے اور پھر اس سر میں مشاہدہ اور حضور معرفت ہے یہ وہی مقام ہے جہاں سے بندے کو اس کے اللہ کا دیدار ہوتا ہے یہ ایک مرحلہ وار سلسلہ ہے لیکن بعض صورتوں میں مرشد کامل طالب حق کو ان مراحل اور سلسلے سے بچا کر پہلے ہی روز مشاہدہ دل کے رتبے اور مقام پر پہنچا دیتا ہے لیکن عام اور خام بلکہ ناقص مرشد اپنے مرید کو رات دن

مہلوات ریاضتوں اور چلوں ہی کے چکر میں الجھائے رکھتا ہے۔

کمال اور ہر دو انصافیت مرشد بندہ کے دل کے میدان جلد ہی کھول دیتا ہے۔ اس دروازے کھولنے کے بعد اسم اللہ کا اور پھر اسم محمد ﷺ کا تصور کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کے بعد دروازے توحید میں بندہ کو غوطہ زن کر دیتا ہے یوں وہ بندہ تجلیات الہی اور انوار ربانی میں خرق ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ وہی مقام ہوتا ہے کہ جہاں پر بندہ اپنے آپ کو اور اپنے وجود کو یکسر بھول جاتا ہے۔ اسے کسی طرح کا ہوش ہی نہیں کیا اس کا ہے اور کیا اس کا نہیں اس کی بھی اسے خبر نہیں ہوتی۔ اسی سیاق و سباق میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ولذکر ربک فانسیب ○ گویا وہ ذکر ربی میں سب کچھ بھول جاتا ہے اور یہی بھول اس کے لیے باعث سکون و قرار ہے۔

اللہ - محمد :- دونوں اسم یعنی اسم اللہ اور اسم محمد بندے کے لئے معرفت اور عروج و عظمت کے موجب ہیں۔ بزرگن ان دونوں معرفت نواز اسموں کو یوں لکھتے ہیں۔



واضح رہے کہ معرفت الہی کی بنیاد روحانی ملاقات و صل اور محبت کے ساتھ ساتھ حضوری درام کا قرب حق تعالیٰ کے رازوں اور عقلی ہمیدوں کے مشاہدے ظاہر ہے۔ اس میں فکر کے مراتب عقلی اللہ ہونے کی کیفیت اور اللہ کے ساتھ باقی رہنے کی ترنگ سے وابستہ ہے۔ اس سارے عمل میں لول نا آخر اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور اسم اللہ کی مشق مسلسل بھی ضروری ہے۔ معرفت حق کا توجہ صرف فکر اور تصور کا مہون منت ہے۔ حضوری اور حاضری کی خاطر ہر طرح کے کلمات زہنی اور فن سے متعلقہ علوم اور الہامی کیفیات سب اسم اللہ کی مشق اور تربیت کی تاثیر سے ہیں۔ بندہ پورے انصاف کے ساتھ فکر سے اسم اللہ دل پر رقم کرتا ہے۔ اس علم سے علم مطوم قوت حاصل کرتا ہے تو دیگر علوم اجاگر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اسماء کا علم یعنی "علم آدمی لاسماء کلمہ" یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو (تمام موجودات کے اسماء کا علم بخش کر) سب نام سکھائے۔

آدمی محترم ہے :- اسی طرح ہے کہ اقراب اسم ربک الذی خلق الخلق الانس من خلق ○ (پڑھ اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ کہ جس نے پیدا کیا اس نے انسان کو خون کے ایک تھے ہوئے لو سے پیدا کیا ہے) اور پھر مزید یوں ہے کہ "الرحمن علم القرآن خلق الانس من علمہ"

لبیان ○ یہ رحمن ہی نے بندے کو علم القرآن سکھایا ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کو سکھایا اور پونے کی سکت اور علم دیا اور پھر یہ بھی ہے کہ "ولقد کرمنابنی آدم" بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو حکیم اور بزرگی کی عظمت بخشی ہے۔ یہ بزرگی اور رفعت انسانیت میں ہی ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے خاص منصوبے اور منظر نامے کے تحت تنہی جاعل فی الارض خلیفہ ○ (اور اللہ نے جب چاہا کہ وہ اس ارض پر اپنا ایک خلیفہ بنائے) تو بھی اس کی نظر کرم اسی حکیم بھرے آدم پر ہی پڑتی ہے۔ اس لیے پھر بندے پر بھی لازم آتا ہے کہ وہ مصداق "واذکر اسم ربک ونبئ لہ بنیلا" اسم اللہ کا ذکر کر اور پورے انسانک اور خشوع و خضوع کے ساتھ رجوع کر اپنے پروردگار کی جانب اس طرح کہ جس طرح رجوع کرنے کا حق ہے اور اسی سلسلے میں ہے کہ "واذکر اسم ربہ فصلی" ○ (اسم اللہ کا ذکر کر اور پھر صلوات کو اختیار کر۔)

علم کیا ہے؟ ○ علم تصوف کے راز و شمار کئے جاتے ہیں۔ ایک علم محفلہ اور دراصل علم مکاشفہ۔ یعنی کیف والا یا کشف کے ذریعے سے حاصل ہونے والا علم یہ علم مکاشفہ دراصل معرفت الہی کی بدولت حاصل ہوتا ہے یوں علم محفلہ بھی علم مکاشفہ ہی کے ذیل میں چلا جاتا ہے یہ علم مکاشفہ بذریعہ کشف اسم اللہ کی مشق اور تربیت مسلسل سے میرا آتا ہے۔ اس علم مکاشفہ ہی کی بدولت ہر طرح کا علم ظاہر اور کلمات الحق کا علم بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

کلمات ربی ○ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

قل لو کان البحر مئدا لکلمت ویبى لنفذ البحر قبل ان ننفذ کلمت ربی ولو جنت بمنثلہ مددا ○ (کہو کہ اگر کلمات ربی کے لئے واسطے تمام دریا سیاہی بن جائیں تو پھر کلمات اللہ کے رقم کرتے کرتے یہ تمام دریا ختم ہو جائیں لیکن پھر بھی کلمات ربی تمام نہ ہوں اور کیا ہم اس کے برابر کوئی مددلا سکتے ہیں۔)

اللہ کے اسم پاک کے تصور کی مشق کے بعد بندے میں نفس کی پاکیزگی اور طہارت پیدا ہوتی ہے۔ اس سے دل کو نیا میرا آتی ہے اور وہ مصفا ہوتا ہے اسے روحانی روشنی اور نوریت ملتی ہیں۔ اسے سر کا علم ہونے لگتا ہے اور یوں وہ سر کے اثرات کو تجلیہ میں بھی محسوس اور جاری سمجھنے کے لائق ہو جاتا ہے جن مراتب کے حامل شخص کی صورت اور کیفیت بڑی امتیازی ہوتی ہے اس کا قالب قلب کے لمبوس میں ہو جاتا ہے اور قلب اپنے عمل سے روح کے لباس میں چلا جاتا ہے اور روح پھر لباس سر میں خنجر ہو جاتا ہے۔ انتہا بات کا یہ سارا سلسلہ ایک خاص

وقت پر ایک ہی عمل کی کڑیاں بن کر سامنے آ جاتا ہے تو اس مرحلے پر بندے کے جسمانی لوازمات کے تمام برے اور طلب دنیوی کے لوازم وجود سے دور نکل جاتے ہیں۔ وجود کے ظاہری حواس خمسہ ایک طرح سے یکسر بند اور معطل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جن کے بجائے حواس باطنی کے متعدد دروا ہو جاتے ہیں اور یہ وہ مقام ہے کہ جہاں سے بندہ منفتح فیہ من روحی کے علم کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ مقام و مرتبہ بندے کے لیے انعام ہے رب کی جانب سے تصور اسم اللہ کے بدلے میں۔

ہمیشہ رہنے والا اسم ○ جب تخلیق آدم کے بعد آغاز میں جناب آدم علیہ السلام کے وجود میں امر ربی روح کو داخل کیا گیا تو اس روح نے آدم کے جسم کے اندر داخل ہو کر لول اپنے اللہ ہی کا نام لیا تھا اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندے اور اپنے باطن تمام جملہ ختم کر دیئے تھے۔ یہ جہالت اگر بدستور قیامت تک بھی اٹھتے چلے جائیں تو بھی اسم اللہ کے تصور اور درود سے جو مقام حاصل ہوتا ہے اس تک کوئی نہ پہنچ سکے۔

ہرچہ خوانی اسم اللہ را بخوان
اسم اللہ پڑھ نامہ جلودوں

(تو اپنے علم و حواس کی بدولت جو کچھ بھی پڑھتا ہے اسے اللہ کے اسم سے پڑھ کہو کہ یہ اسم اللہ ہی تیرے ساتھ جلودوںی طور پر رہنے والی حقیقت ہے۔)

علم ظاہری تک پہنچنے کے لئے علم ظاہری کی بھی بڑی ضرورت اور اہمیت ہے۔ اس لئے علم ظاہری سے دوستی اور شناسائی ضروری ہے۔ یہاں تک اور شلو ہے کہ جو علم ظاہری کا شلور نہیں وہ مجلس انبیاء علیہ السلام کے لائق نہیں ہوتا بلکہ اسے مجلس انبیاء علیہ السلام سے دور ہی رکھا جاتا ہے۔ ایسا شخص مقام و مرتبہ کے لیے ترسلا ہی رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بیان ہے کہ علم ظاہر و علم باطن میں کامل فقیر سے معرفت الہی اور ذکر اللہ کی طلب کرنا بھی لازمی اور ضروری ہے۔ جو شخص اس واسطے اور رابطے سے طلب کے عمل سے دور ہے وہ نتیجہ "معرفت حق سے محروم رہ جاتا ہے۔"

دل اور نیت ○ جہاں تک دنیوی محبت کا تعلق ہے اس میں بڑا حسن اور کشش ہے لیکن اس دنیوی محبت سے ہاتھ دھونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طلب ہی سب سے بڑا اور اہم ذریعہ ہے دنیوی طلب و محبت سے دل کو پاک کرنا ایک بڑا عمل ہے۔

لول بر کن خنجرات را

تکلیلی وحدت حق ذات را
پہلے تمام خطرات کو دل بردی بخش خدشات کو دل سے دور کرنا کہ اس کے بعد تجھے ذات حق کی وحدت اور یگانگی کا احساس ہو۔

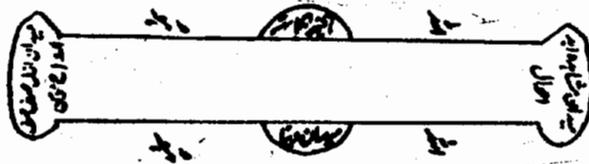
اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان الله لا ينظر الي صوركم ولا ينظر الي اعمالكم لكن ينظر الي قلوبكم ونياتكم ○ (اللہ تبارک تعالیٰ کی نظر تمہارے اعمال و افعال پر نہیں ہے اور وہ تمہاری صورتوں کو بھی نہیں دیکھتا اس کی نظر تو تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں پر ہے۔)

اسم اللہ ایک ایسا معجز ناما عمل ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کچھ ہے ہی نہیں۔ اسم اللہ کے تصور کی معنی اور تسلسل سے دل کو سکون اور زندگی ملتی ہے۔ یہ ایک دل کے لیے حیات بخش عمل ہے جس طرح مدتوں بعد خشک اور پانی کو ترسی ہوئی زمین کو باران رحمت کے قطرات سرسبز اور شاداب کر دیتے ہیں اور اس سے زمین کے مردہ اور خشک جانات بھی زندگی سے ہمتا کر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اسم اللہ سے دل زندگی پاتا ہے اسم اللہ کا کثرت کے ساتھ تصور اور ذکر بدن کے مدد نہیں مدد نہیں اور ہل ہل کو بھی نمل کرتا ہے۔ ہر ہل اور ہر دوں اللہ اللہ پکارنے لگتا ہے اس ذکر کی بدولت ڈاکر بیشہ شیطان اور لیل شیاطین کے شر سے محفوظ رہا ہوتا ہے وہ دونوں کی آگ سے بچ جاتا ہے۔ اس کے لئے گھپ اندھیری اور تنگ و تاریک قبر بھی ایک عمدہ اور آرام دہ مقام آسائش اور امتزاجت بن جاتا ہے۔ باقی مراحل میں منکر کبیر حسب کتاب دلے ملائک بھی اس کا لوہ آلوب بجالاتے ہیں۔ بندے پر سوالات کی پوچھا کرنے کے بجائے حیرانی اور خاموشی کے عالم میں ساکت کھڑے رہتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بے ساختہ پکارتے ہیں۔ مرجبا صد آفرین لے اللہ کے بندے تو تو بڑا با نصیب اور خوش و خرم آیا ہے۔

اللہ کی قبا کے نیچے :- اسم اللہ کا درد اور ذکر کرنے والا رولہ فقر اور رولہ سلوک کا ہمارا مسافر ہے۔ اسے ہر نبی اور ولی کی زیارت بحوالہ مدح ہوئی ہے اور اسے فن کی مجلس میں حضوری کا شرف حاصل ہوتا ہے ایسی اور لوح مقدسہ کہ جن کو وہ جانتا ہے انہیں بھی ملتا ہے اور بعض ایسی اور لوح مبارکہ سے اس کی ملاقات ہوئی ہے کہ جنہیں وہ دیکر نہیں جانتا وہ سب لولیاہ اللہ ہیں۔ فن میں سے شہد جلالی طبعوں دلے ہیں۔ اور بعض اپنے حال میں شور بھی کرتے ہیں۔ اس وقت فن کا جوش دیدنی ہوتا ہے فن کے ساتھ ساتھ اس مجلس میں بعض ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی قبا کے نیچے پوشیدہ ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقربین خاص میں سے ہیں۔ اس ضمن میں ارشاد ہدی تعالیٰ ہے کہ ان لولیاہی نحت قبائی لا یعر فہم غیرہ (اور بے شک جو میرے

دوست اور لولیاہ ہیں جو میری قبا کے نیچے ہیں (ان کے مراتب بلند ہیں) انہیں میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ فن خاص الخاص ذکر کرنے والوں سے دونوں اور فن و مطلق بہت دور ہے۔ دونوں کی آگ فن سے ستر سل کی مسافت کے فاصلے پر ہے یا دوسرے لفظوں میں وہ اللہ کے دوست ہر طرح کے خدشے اور دونوں کی آگ کے نکلنے سے سدا آزاد اور مامون ہیں۔

یہ اچھی طرح سے جان لینا چاہئے کہ اسم اللہ چار حروف پر جتی ہے یعنی ل-ل-ل-ل۔ یہ چاروں حرف اسم اللہ کی ملک اور حد میں ہیں فن کے چاروں ہی مراتب اور مرطلے ہیں۔ یعنی اول-دو-دینا اور حقیقی۔



انجاز اسم اللہ :- اسم اللہ کے تمام حروف برکت و مدارج کے نماز ہیں۔ اسم اللہ کا حرف ا بندے کے دل کو نور سے منور کرتا ہے۔ اس کی تجویز سے دنیا و جہاں بندے کے سامنے ہتھیلی کی لیکروں کی طرح واضح اور روشن ہو جاتے ہیں۔ بندے کا دل غفلتی کی لغت سے ہمتا کر ہو جاتا ہے۔ اسے اٹھارہ ہزار عالم مکمل طور پر دکھائی دینے لگتے ہیں۔ یوں وہ بندہ درجہ احدیت تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ میں پہلا لام مقام لاہوت ہے یہ وہ مقام ہے کہ جہاں پر سالک کافی اللہ کی حبل حاصل کرتا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا عالم ذات ہے دوسرے لام سے لائلیت ملک یعنی لامکلیت کا مقام آتا ہے اور پھر سے بندہ صاحب ہدایت بن جاتا ہے یہیں پر بندہ ہدی بنتا ہے اس کے لئے ہدایت ہی ہدایت موجزن ہوتی ہے۔

اور برعکس اس کے جو اسم اللہ کے تصور سے فن مراتب و مقالت کو نہ پائے گویا وہ اسم اللہ کی تاثیر اور انجاز سے محروم رہا۔ گویا یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ اللہ سے بے خبر اور بے مراد ہے۔

لیکن پہلی صورت میں کہ جب طالب پر اسم اللہ کا تصور اپنا انجاز و اثر کرتا ہے تو اس کا وجود معرفت کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اسم اللہ کی برکت سے وہی اس کی ذات خارج ہو جاتی ہے اور یوں وہ طالب اپنی مرلو کو بخوبی پالیتا ہے وہ بحوالہ دل ہر شے اور امر کو ظاہری نظر سے بھی دیکھتا ہے۔ اس کے وجود کے ایک ایک بل پر اسم اللہ لکھا ہوا ملتا ہے۔ یوں اس کی کامل کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ اس کے گوشت ہڈیوں ہاوں اور مغز تک ہر مقام اور جگہ پر اسم ذات ہی مرقوم

دکھائی دیتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ جس طرف بھی نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہے ارد گرد انہیں ہائیں لوہے پر نیچے دو دیوار پر اور شجر و حجر پر اسم ذات ہی نظر آتا ہے۔ ہر قرینہ عکس کلی بازار سب اسم ذات کی زد میں ہوتے ہیں۔ خبر بڑی طور پر جو کچھ وہ سنتا یا بولتا ہے اسی اسم ذات ہی کی لہری آواز میں بولتا اور سنتا ہے۔ اسی مقام و مرتبہ پر دوزخ اس سے سزا کی مسافت کے قافلے پر رہتا ہے اور ہمیشہ اسی قدر اس کے استہمال کی خاطر قریب سے قریب تر ہونا چاہا جاتا ہے۔

موت سے پہلے موت :- اسم ذات یعنی اپنی حقیقت و ولایت کے اعتبار سے چھ قسم کا ہے اسم ذات اسم اللہ اسم لہ اسم ہو اسم محمد اور کلمہ طیب یہ تقسیم بنزلہ مرحلہ دار ہے۔

جب کوئی طالب اسم ذات اور اسم محمد اور کلمہ طیبہ کے تصور میں محو ہو جاتا ہے تو اللہ چارک و تعالیٰ اسے ہر طرح کے گناہوں سے بری اور منہ کر دیتا ہے یہ مقام تمامیت اور اکلیت کا ہے۔ یہی اس کی انتہا ہوتی ہے اور اس مقام پر بندے کو سروردی قدوری مرشد کامل قطعیت اور حتم بخش کر پہنچا دیتا ہے۔ یہ راہ معرفت ہے یہی مومنو قبل ان نمونو کا مقام ہے یہ ایک نعلیت اہم اور اعلیٰ مقام ہے۔ اس مقام کی تشریح یوں کی جاسکتی ہے کہ وہ مقام کہ جو موت اور شدائد موت کے ہیں۔ وہ موت آنے سے پہلے زندگی ہی میں چکھ لور دیکھ لے جائیں مثلاً یہ کہ حیات انسانی کیا ہے؟ موت کے کیا مراحل اور مراتب ہیں؟ جان کئی کا عالم و عذاب کیا ہے؟ موت کے وقت کا حساب کتاب کیا ہے؟ اس سارے عمل کے عذاب و ثواب کیا ہیں؟ ان سے گزر جانا یہی مومنو قبل ان نمونو ہے۔

جب بندہ موت سے پہلے موت سے گزر جاتا ہے تو وہ ہر طرح کے عذاب و ثواب کے مراحل کو بخوبی عبور کر جاتا ہے۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ کے لوری ہاتھوں سے وہ کوثر میں سے شرباً طہورا کے جام نوش جن کرتا ہے۔ اور اس کا رتبہ اس قدر بلند ہو جاتا ہے جیسے اس نے پانچ سو سال تک اپنے سر کو اللہ جل شانہ و عم نوالہ کے حضور سجدے میں رکھا ہو۔ اس کے بعد وہ حاجت نبوی میں ہر روحانی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ بندہ لالہ لالہ اللہ محمد رسول اللہ کے ذکر عظیم سے فیض یاب ہو کر اپنے رب کے دیدار معظم سے منور و مشرف ہو جاتا ہے۔ بندہ کا تقاضا تمام صورت اختیار کر جاتا ہے اور وہ ظاہری اور دلی آنکھ سے ہمیشہ رویت رب العالمین سے منہل رہتا ہے۔

اسم ذات کے جو حضرات ہیں اور ان کے جو جو صورت ہیں وہ سب کلمہ طیب لالہ لالہ اللہ محمد رسول اللہ کے ذکر سے ظاہری وجود میں آکر لورا ک پذیر ہوتے ہیں۔ اس کے لیے مرشد کامل سروردی قدوری جامع الصفات بہت بڑا رہنما ثابت ہوتا ہے۔

ذاکر کا مقام و مرتبہ :- اے عزیز من ہمہ وقت لوزاکر میں مشغول رہنے سے ذکر کرنا ثابت نہیں ہوگا۔ ذکر اس وقت تک ذکر متحمل نہیں جب تک کلید ذکر حاصل نہ ہو اور وہ چابی لور کئی اسم ذات کے ذکر میں ہے اسم ذات کے تصور ہی سے دیگر لوزاکر جاری ہوتے اور نکلتے ہیں۔ یہ لوزاکر لا تعدلو ہیں بلکہ ان کی تعدلو وجود انسانی پر ہاتھوں کی تعدلو سے بھی زیادہ ہے۔ ان لوزاکر کا ہر ایک ہل میں علیحدہ علیحدہ ذکر اللہ کا بلند ہونا رہتا ہے اس ذکر تمام سے سر سے پاؤں تک گوشت پوست لور رگ و ریشہ لور الہی سے منور ہو جاتے ہیں۔ تمام ہڈیاں لور ہڈیوں کے جوڑ سب جوش و خروش کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں لور تمام جسم لور مغز اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسم اللہ کے تصور کے ذاکر کو یہ عظیم رتبہ لور مقام بخش دیتے ہیں۔

ذکر چار امور کے بغیر ذکر ثابت نہیں ہوتا وہ چار امور یہ ہیں کہ اول مشاہدہ غرق ہونے کی کیفیت یا فنن اللہ۔ دوم حضور کی کیفیت یعنی مجلس محمد رسول اکرم ﷺ کے درس میں شرکت لور حاضری۔ سوم ہاموا اللہ کے ہر امر سے نکل جانا چارم بھلا اللہ کے مقام پر پہنچنا یعنی اپنے وجود کو وجود باری کے ساتھ باقی لور قائم محسوس کرنا ہے۔

پھر ان چاروں امور لور مراتب کا تعلق چار مختلف لوزاکر سے ہے۔ یعنی خبیہ ذکر اس مرتبہ میں انسانی نصیب ہوتا ہے پھر ذکر حاصل ہے یہ نفس لٹنی کے حوصلے سے ہاٹ فرحت روح ہے۔ اس کے بعد ذکر سلطان ہے۔ اس سے دل کو ذمگی نصیب ہوتی ہے۔ ذکر قربانی بھی ہے لور یہ ذکر ایثار لور جان نثاری کا متقاضی ہے پھر ذکر مجموع العلم رحمانی ہے۔ اس میں رحمان سے وابستہ جتنے بھی معلوم اور نامعلوم علوم ہیں مدار کرتے ہیں لور وہ بلاشبہ بے حد ہیں۔

ذکر کی کیفیتیں :- بندے کے جسم و جان پر ذکر بہر صورت اپنا اثر و تاثیر ظاہر کرتا ہے۔ اگر کوئی ذکر کرنے والا شخص ذکر سے دیوانہ ہو جائے تو اس کے جسم پر ہاتھ رکھ کر دیکھیں۔ اگر تو اس کا بدن انگارے کی طرح گرم لور دکھتا ہو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ معرفت لالہ اللہ کے مشاہدے کی کیفیت لور منزل پر ہے۔ اگر اس کا وجود سرد ہو تو گویا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ انبیاء عظیم السلام کی مجلس خاص میں ہے لور اس کے ساتھ ساتھ اس کے ملاقات لولیاہ اللہ کے ساتھ بھی ہو رہی ہے۔ جان لینا چاہئے کہ یہ دونوں مراتب توحید ربانی ہی کے ہاٹ ہیں۔ اسی طرح اگر ذکر کے دوران میں ذاکر کا بدن نہ گرم ہو لور نہ ہی سرد ہو بلکہ وہ شخص کو دلفن لور داؤلا کرنا ہو تو وہ نکل تقلید میں سے ہوتا ہے لور وہی اس کا مقام و مرتبہ ہے۔

دل کی اہمیت :- ذکر میں دل کی جنبش کی بڑی اہمیت لور قدم و حرکت ہوتی ہے۔ اس لیے

جب دل حرکت اور جنبش میں آتا ہے تو اس وقت اللہ جہارک و تعالیٰ کے تصور سے صاحب قلب یہ محسوس کرتا ہے کہ اسم اللہ کا نقش اس پر ثبت ہو چکا ہے جس کی بدولت اسم ذاتی کے ایک ایک حرف سے نور آئلب کی طرح نور کی تجلیاں اچھل رہی ہیں۔ یہ نورانی شعلہ ہاروں بہت مبسوط ہوتی ہیں۔ اور یہ قلب کے ارد گرد سورج کی مانند چمکنے لگتی ہیں۔ یوں بندے کا سدا قلب بدرج نور ذات کی تجلیات میں آجاتا ہے۔ اس وقت زبان سے یا اللہ یا اللہ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پکارتا ہے اور کلمہ طیبہ کی اسے ضرب دیتا ہے تو اسے اللہ جہارک و تعالیٰ ستر ہزار قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ بلکہ اس کا یہ ثواب اس سے بھی سے زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

پھر جب ایسی صاحب دل شخص اسم اللہ کے تصور سے آنکھیں بند کر کے مراقبے کی حالت اور کیفیت میں جاتا ہے تو ان کی نظر قلب کی جانب ہوتی ہے۔ یوں اللہ کے حکم اور مرضی سے وہ تجلیات ربانی اور مشاہدہ ربوبیت کے نور میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس وقت محکم لہودی کرنا کتابین صاحب دل کے تہین سل کے گناہوں کا منسوخ و ظم زد کر دیتے ہیں۔ اور یہ امر اللہ تعالیٰ کے امری حکم اور اسم اللہ کی رحمت و عفت کے نور کی برکت سے ہے۔ اس میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی نیرو برکت بھی موجود ہے۔ گویا یہ ایک طرح کی عظیم فیاضی الہی اور بے دریائی کی دلیل ہے۔ ایسا شخص مدام اپنے پروردگار کی نظر میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کو اس کے قلب کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی نظر ہمیشہ دل ہی کی جانب ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ جب ذکر کے میدان میں بندہ اسم اللہ ذات کے تصور والا کلمہ طیبہ کی ترتیب کے لحاظ سے آنکھیں بند کرتا ہے تو اس وقت گویا وہ اپنے اللہ کی جانب سے مسلح کر دیا جاتا ہے۔ وہ اس ذات کے تصور کی تلواریں اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے۔ پھر وہ اس تلواریں سے اپنی عمر کی کئی صفیرہ نور کیرہ گناہوں اپنے نفس اور شیطان مردود کو قتل کر دیتا ہے۔ تمام مستی بھری غرائم اور تمام اندوہناک خطرات بھی اس کی تلواریں زد میں آکر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ہر طرح کے خناس بھی اس کی تلواریں کا تہہ ترین جاتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ استغفر ساعته خیر من عبادت الشقلین (ایک ساعت یا گزشتہ کا نگر اور غور و خوض دو جہانوں کی عبادت سے بڑھ کر اور بہتر ہے) حضور نبی اکرم ﷺ خود بھی ہمیشہ اسی نگر اور مراقبہ ہی میں رہا کرتے تھے اور وہ مردوں کو بھی نمود گزشتہ کی دعوت دیا کرتے تھے۔

اسی عاقر میں ارشاد باری ہے کہ من الحسنات یذہبن لسیات (بلاشبہ احسن اعمال اور نیکیوں برائتوں کو ختم اور زائل کر دیتی ہیں)۔ یوں حضور نبی اکرم ﷺ اپنے اس وقت میں مجموع الحسنات بھی کھاتے ہیں۔

جب ذکر کرنے والا ذکر غنی کی حالت میں آنکھ بند کر کے عین مراقبہ میں جاتا ہے تو وہ پہلے ہی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز سے ایک عظیم اور نعت غیر مرتقہ کو حاصل کر لیتا ہے۔ اس طرح وہ رحمتی ذاکر اور اسی کا حافظ بن جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کا جاری ہونا ہی اصل میں اس عفت و نعت کی دلیل بن جاتا ہے۔ لیکن برعکس اس کے جو اس نعت اور انضلیت سے محروم اور دور رہتا ہے وہ اپنے سیاہ اور طول دل کو خطرات شیطانی اور دسوس سے نکلنے کی محرومی سے دوچار رہتا ہے۔

اس عاقر میں دیکھا جائے تو انسان اور حیوان کے درمیان بھی دل ہی ایک حد فاصل پیدا کرنے والا معیار اور میزان ہے۔ اگر تو کسی کا دل اللہ کے نور ربانی سے منور اور تاباں ہے تو وہ انسانیت کے رجبے پر فائز اور انسان کھلانے کا نل ہے۔ اگر نور سے عاری اور محروم ہے تو وہ حیوان اور حیوانی سطح پر ہے۔ در حقیقت انسان تو وہ ہے کہ جو ہر حال میں ظاہری طور پر عبودیت اور بے باطن مشاہدہ دل سے اللہ کی معرفت کے نور سے فروداں اور منور ہو اور بدستور نور حاصل کر رہا ہو گویا ظاہری عبودیت اور باطنی معرفت الہی کی خصوصیت کا وہ حامل ہو۔

سلسلہ موارید:- یہ امر بھی ہر ایک پر واضح ہونا چاہئے کہ تمام ظاہری اعمال سلسلہ سلک کے حوالے سے ایک شیخ فروداں کی مانند ہیں۔ یہ سلسلہ موارید ہے جو سلک حضور سے منسلک ہے اور اس پر اسم اللہ کی ذات کا تصور سورج کی طرح سب پر نور توحید کے ساتھ چمک رہا ہے۔ اس نور کی تابانیوں سے سارا قلب منور اور خمیر روشن ہو جاتا ہے، اسی موقع پر جب اللہ کے نام کی چمک لوح قلب پر پڑتی ہے۔ تو بندہ علم معرفت حق میں چلا جاتا ہے۔ اور اللہ جل شانہ و دم نوالہ اسے حسی و قیوم کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے اور بندے کو معرفت توحید کا وسیع و عریض نور اک پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وقت کی لوح خمیر آئینہ کی طرح صاف اور شفاف ہو جاتی ہے۔ یوں جو علم اللہ تعالیٰ کی لوح محفوظ پر رقم ہے اور مجلس محمدی کی برکت اور رحمت سے لوح خمیر پر بھی لکھا جاتا ہے۔

پھر اس درجہ پر مقابلہ و موازنہ کثرت شروع ہوتا ہے۔ بندہ باطنی یہ موازنہ کر سکتا ہے کہ لوح محفوظ پر کیا لکھا ہے اور لوح خمیر پر کیا لکھا ہے۔ بندہ اس مقابلے میں کمال اور کس مقام پر ہے۔ اگر تو وہ بندہ ظاہر و باطن میں کلام اللہ کے مطابق اور موافق ہو تو یہ تحقیق ہے، بصورت

دیگر وہ تحقیق نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ کو عرش و کرسی اور لوح محفوظ ہی مد نظر نہیں ہے بلکہ اللہ تو بندے کی لوح ضمیر پر نظر رکھتا ہے اور اسے اس امر کا بھی بخوبی علم ہوتا ہے کہ بندے نے گھس کے جنون کو کس قدر اور کس حد تک کیل ڈال رکھی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ بندہ اطاعت اور بندگی میں کتنا نفل اور پھل کرنے والا ہے۔

مقصد تخلیق آدم :- اللہ تعالیٰ اپنے ارشاد ہی سے ظاہر ہے کہ اللہ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ عبادت الہی کرتے رہیں، ان کے پیدا کرنے کی سب سے بڑی غرض عبادت الہی ہی ہے۔ اس امری فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے جب بندے کا دل اپنے اللہ کے ذکر میں جنبش کرتا ہے تو وہ نور حضور کے مشاہدہ کے تجلیات میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس بندے پر اللہ تعالیٰ کی معرفت ظاہر ہونے لگتی ہے، اور پھر اس شخص کا قلب اور دل بیت اللہ شریف کے گرد طوائف کرنے میں لگ جاتا ہے اور یوں لگے مرے پر کعبہ دل عرش عظیم کے گرد طوائف کرنے میں منہمک ہو جاتا ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ بڑی ہی وضاحت اور مراعیت کے ساتھ موجود ہے کہ "والسماوات العلیٰ الرحمن علی العرش استوی" لہ الا سماء الحسنی

اسماء الحسنی :- اللہ جبارک و تعالیٰ کے اس اور ناموں کی تعداد شمار اور گنتی سے باہر ہے۔ لیکن وہ جو معروف و مقبول ننوے نام ہیں، ان میں سے کسی بھی نام کو بندہ تعریف اور ذکر میں استعمال کر سکتا ہے۔ اس نام کے تصرف کی برکت سے دل کی سیاہی اور اندھیاریوں کو دور کیا جاسکتا ہے۔ کدورتوں کے گرد غبار اور دھند لکوں سے بچا جاسکتا ہے، اور اسی سے قلب کے زنگار کو کھرچ کر اٹرا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد جو دل معرفت الہی سے فروزاں اور منور ہو جاتا ہے۔ اس مقام و مرتبہ پر وہ اس ہدف خاص پر پہنچ جاتا ہے کہ جہاں پر اس بندے کے لوہے لنگھ باری تعالیٰ پر لو راست پڑنے لگتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ "اذنم الفقیر فہو اللہ" اس مقام و مرتبہ پر فقیر محتاج الہام الہی اور نور مست درست جواب سننے اور وصول کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ لیکن اس ممتاز مقام و مرتبہ پر بھی بندے کو کسی طرح کے غرور و ذم میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سفر بندگی میں یہ مقام بھی ایک متبدلانہ مقام ہے۔ یہ ایک آغاز ہے۔

دل کی دنیا :- واضح ہو کہ دل کی وجود انسانی میں سمت بڑی اہمیت ہے۔ دل وجود انسانی کا گوشہ ہے۔ پورا جسم دل کے تابع ہوتا ہے۔ دل ایک گھر کی مانند ہوتا ہے۔ وہ نور کا ایک ایسا خزانہ ہے

کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ نگاہ رہتی ہے۔ دل میں اللہ جبارک و تعالیٰ کے سات معبود خزانے ہیں، ان خزانوں کی تفصیل یہ ہے۔ ایمان۔ علم۔ تصدیق۔ توفیق۔ محبت۔ فقر۔ معرفت الہی۔ نور توحید ربانی۔ اس بیت القلب کے گرد و نواح سات اہول خزانوں کی حفاظت کی خاطر سات ہی مضبوط و مستحکم قلعے موجود ہیں۔ ہر قلعہ باقاعدہ طور پر مسلح ہے اس لیے ہر قلعے میں ستر لنگر ہیں۔ ان قلعوں اور لنگروں پر نور خزانوں عظیم پر اللہ تعالیٰ کا نور ہی حاکم اور محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت خاص کے تحت اس اتصالے قلب کو سات دنوں میں آراستہ و بیدار کیا نہیں تو اس دل میں تو صد ہا خشکات، خطرات، دسوس زندگی اور موت کے مراحل اور جھیلے سبھی اپنی ضرورتوں اور تقاضوں کے ساتھ کئی طرح کی توہمت میں لیے پٹائے موجود ہیں، آخرت کی گمبائیں اور خطرات اور ہولناک مقام سبھی دل میں ہی موجود ہیں۔

تعلیمات ربانی رکھنے والا یہ سب کچھ بخوبی جانتا اور پہچانتا ہے کیونکہ اس کی پوری توجہ اپنے دل کو زندہ رکھنے پر ہوتی ہے، وہ تمدیم گھس کے بعد حیات قلب کے درجے سے متصف ہو چکا ہوتا ہے۔ روحانی خوشیوں اور ولوی فرحت اس کے سامنے دھام بھگی رہتی ہے۔ اس لیے جو بندہ اس طریقے اور معیار سے پڑھے اور دعوت حق کو قبول کرے اسے اللہ تعالیٰ پوشیدہ گن اور ثبوت کا عامل بھی بنا دیتا ہے۔ اور یہ حضور کی روح پرورد ثمرات میں سے ایک ثبوت ہے، دعوت کامل پر مدد کر رہے، اخصی ثمرات میں ہو کا ثمر بھی ہے، یہ بھی تمام مراتب میں سے بلند اور ممتاز ہے۔ اس کا علم جو ہر شناس کو زیادہ توانائی اور قوت سے ہوتا ہے اور ان ثمرات میں جمعیت و راحت فرلوں ہے۔

جب کوئی طالب حق اسم اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرتا ہے تو اس کے بعد وہ ہر امر اور عمل و فعل میں حضور پر نور ہی سے لب کشائی کرتا ہے۔ وہ ہر طرح کی حاجت اور احتیاجات سے پاک اور مبرا ہو جاتا ہے۔ اسم محمد ﷺ کے اثر و تاثیر سے اس کا ضمیر روشنی سے فیض یاب ہوتا ہے۔ اسے اللہ قلب سلیم کی دولت سے سرفراز کرتا ہے۔ اس کے سامنے صرف مستقیم واضح اور میاں ہوتی ہے۔ ان فضائل و اکرام پر مستزودہ طالب حق امری حکم ہے حضرت محمد ﷺ کا مولس و ہدم۔ ہم رکاب و ہم قدم۔ ہم جسم و ہم جان اور ہم خیال و ہم زبان ہو جاتا ہے۔ اس کا دیکھنا اس کا بولنا اور اس کا سنتا سب حضور ﷺ کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ یوں وہ بدن پر شریعت کا لباس زیب تن کرتا ہے۔ یوں پھر اس کا تصور بھی اسم محمد سے خلل نہیں ہوتا۔ اس کی انتہا رجوع الہی کے بعد حاصل ہو جاتی ہے۔

اسم محمد ﷺ کے حروف بھی دیگر اسمائے تعریف کی طرح عمیق اور مہارک معانی سے

متصف ہیں۔ لہذا اسم محمد میں ہم سے معرفت حق کا مشاہدہ کا تصور عظیم حاصل ہوتا ہے اور پھر حرف ح سے مجلس محمد کا اظہار ہوتا ہے۔ اسم محمد میں جو دوسری ہم سے اس میں تشابہ و دو عالم ہے اور یہ عمل اس کے اندر جاری رہتا ہے۔ حرف دل سے مراد حصول مقصد کل ہے یہ چاروں حروف کفار اور یہود کے لیے درجہ بہ درجہ کٹ کرنے والی کھوار کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ وہ پھر کت اسم محمد اس طرح سے ہے۔

محمد

اس فقرہ بھی کثیر الابعاد معانی کا حامل ہے، اس اسم کا تصور کرنے والا بھی کئی مراتب و مختلف حاصل کرتا ہے۔ اس کے ذاکر کو ہر طرح کی حاجت سے نجات کلی مل جاتی ہے یہی نہیں بلکہ دنیا و آخرت کے تمام خزانوں پر اسے تصرف حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ جو خواہش کرنا یا کتنا ہے اس سے پورا کر دیتا ہے۔ یہی اسم فقر کا تصور اسے سلطان الفقرا کے عظیم مرتبے پر پہنچاتا ہے اور یوں وہ جزو نور کل سب پر قادر ہو جاتا ہے۔ ہمیں سے اسے بلند مرتبہ خلقی اللہ اور جہاں اللہ کا مقام میسر آ جاتا ہے۔ اس آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ اس پر اپنا وعدہ پورا کر دیتے ہیں یعنی "وکنفی باللہ وکبلا" اور وہ اسم فقر یوں ہے۔

فقر

کہ طیبہ جو ہر حوالے اور اعتبار سے طیب و طاہر اور تمام اذکار میں ممتاز ہے اس کے تصور سے تمام علوم طالب حق پر آشکار اور ظاہر ہو جاتے ہیں۔ کلام پاک میں سے اسے اسم اعظم بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اولیاء کی کل ارواح صلواتہ اس سے ملاقات کرتی ہیں۔ وہ صاحب حل ماضی مستقبل اور حل ہر زمانے کو با آسانی دیکھتا ہے۔ مزید وہ چاہے تو ہر طرح کے جملوات سے بھی احوال دریافت کر سکتا ہے۔ تمام جن انسان اور ملائکہ اس کے تعلق فرمان ہو جاتے ہیں۔ اس کے حکم کو جہلانے میں وہ سعادت اور فقر محسوس کرتے ہیں۔ ایسے بندہ حق کو کسی بھی قسم کی طلب باقی نہیں رہتی۔

کہ طیبہ کے تصور کا حامل شخص ارض اللہ پر جب چلتا ہے تو زمین بھی اس کے قدم یعنی ہے۔ ہائیک سب قسم کے اس سے ہکلام ہوتے ہیں۔ دریا اور بحر، مٹی پہاڑ اور دیگر جملوات

سب اس بندہ حق کے اشارے کے شکر ہوتے ہیں۔ وہ بندہ حق چاہے تو ان سب کی جانب توجہ کر کے سب کو ذرا خواہر اور سونے میں بدل دے اور اگر خواہش کرے تو ان میں سے آگ نکل لے یا پانی کے دھارے بہا لے۔ وہ بندہ حق اگر کافر کو اپنی نگاہ میں لے تو وہ فوراً شرف بہ اسلام ہو جائے۔ جاہل مطلق پر نظر کرے تو اسے عالم لعالم بنا دے۔ بیماروں اور لاچاروں کو دیکھے تو سب شغلے کھلا پائیں۔ انفرس سے ہر طرح کی دسترس حاصل ہو جاتی ہے۔ تمام امور اور چیزیں اس کے اختیار و ارادہ میں ہوتی ہیں، بلکہ ہر امر کی کلید اس بندہ حق کے پاس ہوتی ہے۔ ذکر کے لیے کہ طیبہ یوں ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ذکر قلبی :- قلبی ذکر یہ ہے کہ بندہ ولایت قلب کے امور نکلتا ہی کا کر کے۔ اس طرح دل کی وسیع و عریض ولایت اور دنیا میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے جو ساتھی فرماتے ہیں وہ سب ذکر قلبی میں حاصل ہو جاتے ہیں۔ ایسے خوش بخت شخص کو صاحب ولایت قلب کہتے ہیں۔ اسی حوالے سے حدیث شریف میں آیا ہے کہ "الایمان بین الخوف والرجاء" یعنی ایمان کا مقام خوف اور امید کے درمیان واقع ہے۔ گویا لیل الایمان خوف سے لگی محلو رہتا ہے اور امید کا دامن بھی نہیں چھوڑتا۔

اس طرح جو بندہ نفس کے مقام پر ہوتا ہے، وہ ہمیشہ اپنے گناہوں پر علوم ہو کر استغفار کرنے میں لگا رہتا ہے۔ اس کا رد ہی اقرار کرنے کے انداز میں یوں رہتا ہے کہ "ربنا ظلمنا انفسنا"۔ اس کے بعد وہی بندہ جب رجا اور امید کے درجے میں جاتا ہے تو یہ اس کے لیے نفس اور روح کے درمیان کا ایک مقام ہوتا ہے یہی بندے کے لیے مقام قلب بھی ہے۔ اس طرح بندے کا وجودی قالب قلب کا روپ دھار لیتا ہے، اور وہ لباس نوری سے لیس ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر جب خوف اور امید دونوں بندہ حق کے مد نظر ہوں تو وہ درجہ اولیاء پر حتمی ہوتا ہے، اور اولیاء کا یہ درجہ ایک اعلیٰ اور مثالی درجہ ہے۔ یہ اسی مقام و مرتبہ کی فیصلت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ "من ولیا اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون" یعنی جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور دوست ہیں انہیں تو کسی قسم کا نہ خوف ہے اور نہ ان کے لیے کوئی حزن و ملال کا مقام اور لحظہ ہے۔

اولیاء اللہ :- دل اللہ کی تعریف ہی یہی ہے کہ وہ سر سے پاؤں تک کامل ایمان کا پر تو ہوا

ہے۔ اور پورے یقین اور صدق دل سے اللہ پر محروسہ محبوبہ کرنا ہوا رحمت الہی ہی میں لپٹا اور گمراہ ہوتا ہے۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر اس بندے کا صلہ اور ہتھیار ہوتا ہے۔ اور یقیناً لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر چار ارکان کا ایک ایمانی مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ ایمان والوں کے نصیب میں رکھے اور وہ خاتمہ پانچویں سے متصف ہوں۔ ایمان ایک گراں بہا نعمت اور عظمت ہے۔ جو بندہ اپنا ایمان سلامت لے جاتا ہے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں عزیزوں پر اختیار و تصرف کا حق وار ہو جاتا ہے۔ اور جو برعکس اس کے بد قسمتی سے محروم ایمان یا بے ایمان رہتا ہے اس کے برابر کوئی اور مفلس ہو ہی نہیں سکتا۔ اور مفلس ہو کر مرنا ایک یہ سختی ہے۔ اللہ بندے کو اس حالت سے بچائے رکھے۔

ذکر کے مرحلے :- ذکر کی چار مشہور قسمیں زبانی۔ قلبی۔ روحی اور سری ہیں۔ زبانی ذکر کرنے والا انسان اور سیف زبان ہوتا ہے۔ اس ذکر میں جوش اور ولولہ بھی آسکتا ہے اور اس کا ذکر بالبرا سے بلند بانگ رکھتا ہے۔

قلبی ذکر کرنے والے کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہوتا ہے۔ اس کے دل میں جو ایک سوز اور ولغ ہوتا ہے اس کا علاج ہی یہی ہے اس پر ذکر ہی کارگر ہوتا ہے، ایسے بندے کا قلب صرف تصدیقی ذکر سے زندہ اور تابدہ رہتا ہے۔ وہ زندگی یا موت سے قائل نہیں ہوتا ہے، موت بھی اسے نہیں مار سکتی۔

پھر ذکر روحی ہے۔ اس ذکر کے کرنے والا اپنے آپ کو دہم انبیاء علیہم السلام اور اولیائے عظام کی مجلس میں جلیس پاتا ہے۔ گویا اس کی ہم جلیسی خاص انھیں محبتوں سے ہوتی ہے۔ اور دلچ ظاہر اس کے ساتھ ہوتی ہیں اور اسے نفسانی مجالس سے بالکل کوئی سروکاری نہیں ہوتی۔ اس کے بعد جو سری ذکر ہے اس کا تعلق واسطہ سراسر اسرار الہی سے ہے اس لئے ہر طرح کے ظاہری و باطنی مشاہدے اس پر اپنا اکتدار کرتے رہتے ہیں، تجلیات باطنی سے وہ شخص ہمیشہ معمور اور نمل رہتا ہے۔ اور پھر جب یہ چاروں لڑکار اپنے اپنے اثرات و مقلات کے حوالے سے یک پارگی عمل پذیر ہوتے ہیں تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے عارف باللہ ہو جاتا ہے اور اس کی اپنی ذاتی حیثیت خاک ہو کر رہ جاتی ہے۔

جب بندہ حق پر اسم ذات کے تصور سے اسم اللہ کے حروف کا ذکر جاری ہوتا ہے تو اس وقت عالم استغراق کی کیفیت لوج اور موج پر ہوتی ہے۔ اسم اللہ کے ساتوں حروف کی رحمت و برکت سے ساتوں زمینیں اور ساتوں سموات، عرش اور کرسی اور پھر لوج و ظلم بھی اس کی وسعت و بسلامت میں آجاتے ہیں۔ یہ اس بندے کے لئے معرفت مطلق کا مقام و مرتبہ ہوتا ہے۔ اور توحید

کامل اور فانی اللہ کے بعد ہوا باللہ اور تجرید و تفرید کے مقلات اعلیٰ و ارفع اس پر وارد ہوتے ہیں۔ ہمیں پر اللہ کا نظام بندے کو حرف اسم ذات کا اور اک بخشنا ہے۔

معرفت مطلق سے اتصال و ارتباط ذات اور وجود کے پیکروں سے ملنا ہوتا ہے۔ اس وقت بندے کی حیثیت ایک غیر مرئی جسم غمور کی سی ہوتی ہے، جو اسم کا کرشمہ اور معرفت مطلق کا پیکر خاص ہوتا ہے۔ اور روز مقرر جزا تک وہ بندہ ہر طرح کے حساب کتاب سے آزلو اور بے خوف ہو جاتا ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”جو اللہ کے اولیا یعنی دوست ہیں“ اللہ انہیں ہر طرح کے خوف و خطرات سے پاک اور حزن و ملال سے بچائے رکھتا ہے۔“

عارف باللہ :- اسم اللہ کا اور اس قدر عظمتوں بھرا اور مراتب بخشنے والا ہے کہ اس کا اور کرنے والا حروف اسم اللہ کا عارف ہو جاتا ہے۔ ان کی معرفت اسے دنیا جہان کے اندر اور آخرت و عاقبت میں جو کچھ بھی ہے ان سب کی رحمت اور ظہوری کیفیتوں سے باخبر کر دیتی ہے۔ سب کچھ اس بندے پر ظاہر اور عیاں ہو کر رہتا ہے۔ عین ممکن ہے عالی النظر لوگوں اور خلقت علمہ کے نزدیک وہ بندہ حق کوئی اہمیت اور حیثیت نہ رکھتا ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ لوگ اسے حقیر اور کم تر بھی کیوں نہ جانتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ پائلن وہ بندے رہتے پر فائز و مہمور ہوتا ہے۔ میوں اور ولیوں کی ہم جلیسی کوئی معمولی مقام و مرتبہ نہیں ہے۔ اہل جنت کی روحیں اس بندے کی مشتاق ہوتی ہیں اور وہ خود اجازت نبوی کا مشتاق اور موبد ہوتا ہے۔ ایسے لیل ذکر کو عارف باللہ ذات حروف کا حامل کہتے ہیں۔

فعل حکمت :- معرفت الہی کے حامل عارف باللہ کی نشست و برخاست اور اس کا ہر کام اور فعل و عمل من جانب اللہ اور حکم حضور سے ہوتا ہے۔ اس مرتبہ پر اس بندے کا کوئی بھی دینی یا دنیاوی فعل مصلحت خد لوندی اور فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا بلکہ یہ حکم کہ ”فعل للحکیم لا یخلو عن الحکمة“ (حکیم حکمت والے کا کوئی بھی فعل و عمل حکمت سے خالی ہو ہی نہیں سکتا) کے صدق فعل حکمت کا ظہور ہوتا ہے۔ ایسے بندے کو ہر حال میں اور ہر قول و فعل میں معرفت الہی کا وصل میسر آتا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ بندہ حق درحقیقت اسم اللہ کے تصور پر ہوتا ہے۔ اس مقام پر اگر ظاہری طور پر بندے کا فعل و عمل کبھی خلقت علمہ کی نظر میں بد، بر یا یا گناہ ہی کیوں نہ دکھائی دے، لیکن خالق حق کے نزدیک وہ فعل و عمل مقبول، پاؤاب اور راستی پر مبنی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے ہی امور کی جانب کئی اشارے موجود ہیں۔ مثلاً سورہ کاف میں حضرت خضر علیہ السلام کا اسی کشتی کا بڑی بے رحمی سے توڑ دینا کہ جس پر وہ خود سز کر کے آئے

تھے، یا یوں ہی کسی مقام پر ہے متعدد مدعا ایک دیوار کا تعمیر کرنا اور پھر اسی طرح بچے کو ناخن طور پر موت کے گھاٹ اتار دینا۔۔۔ یہ سب افعال و اعمال ظاہری طور پر عادت الناس کے نزدیک زموگنہ میں سے ہیں لیکن یہ باطن اور اللہ کے نزدیک یہ اعمال و افعال راستی پر ہونے کے باعث کار ثواب ہیں۔

توحید :- واضح رہے کہ توحید تمام اعتقالات و لوصاف حمیدہ سے برتر و اعلیٰ ہے۔ توحید کا مقام ہر ممکن مقام و مرتبہ سے اعلیٰ اور بلند و بالا ہے۔ توحید سے بڑھ کر کچھ اور ہے ہی نہیں۔ 'شکلی' تزی اور جنگل یا سمندر بلکہ کائنات اکبر و امیر جو توحید الہی سے متعلق ہے وہ آیات قرآنی سے بھی ثابت اور ظاہر ہے۔

توحید کی معرفت بلند عظیم مقام و مرتبہ ہے۔ اس مرتبے کو بعض لوگ بارہ سال کی ریاضت کے بعد پہنچتے ہیں اور بعض بزرگن چالیس سال کی ریاضت کے بعد اس سے فیض یاب ہوتے ہیں، اور پھر ان کے مشاہدہ میں لوح محفوظ کا مطالعہ نصیب ہوتا ہے۔ اس کے بعد مقام عرش ان بزرگوں کا مقدر بنتا ہے۔ اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ عرش کے لوپر بھی ہزار ہا ممالک ہیں۔ ان میں سے ایک غوثی مقام ہے اور ایک مقام قلبی ہے۔ یہ توحیدی درجات و مراتب ہیں۔ ایسے مراتب پر بھلا دنیا کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ دنیاوی جاہ و حشم اور عزت و وقار کچھ بھی نہیں سوسختا اور دنیاوی عزت کے طالب بھی یہاں پر کشف و کرامت کے سایوں میں ہوتے ہیں۔ اور انہی مراتب عالیٰ ہی کو معرفت الہی جان لیتے ہیں۔

کئی بزرگن عظام قلبی ذکر سے لوح ضمیر کا مطالعہ اور مشاہدہ کرنے لگتے ہیں۔ یوں وہ دلدل الہامی سے معرفت اور توحید کو اپنا لیتے ہیں۔ اور بعض ایسے بزرگ بھی ہوتے ہیں کہ جو سر کے جوش میں روحانی تجلیات سے بے نیاز فیض یاب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور مشاہدے کی شمع ہی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ ان کا یہی مقام و مرتبہ ہے، وہ اسی کو توحید رفعت اور معرفت سمجھتے رہتے ہیں۔ یہ سب مراتب مخلوق کے لئے اس کے خالق کی جانب سے انعامت کا درجہ رکھتے ہیں، اور یہ درجہ بقدر ظرف و طلب ہے۔ اور یقیناً جو اہل تقید ہیں، ان کے مراتب اور درجے فقر محمدی ﷺ سے بہت دور ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ و عم نوالہ، بے انتہا ہے، اس کی ابتداء کو کسی نے نہیں دیکھا اور اس کی انتہا کو بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اس توحیدی مقام پر سے دیکھا جائے تو پھر معرفت کی کیا حیثیت ہے، اور اے عرش ممالک و مراتب کا بھی کوئی مقام اور درجہ نہیں ہے۔ اور توحید کیا شے ہے اور پھر مشاہدہ حضوری کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ کیونکہ توحید ہی عظیم و لا انتہا اور بے ابتدا ہے۔

درجہ لامکان :- اے راہ حق کے مسافر یہ سن لے کہ قرب توحید کے مشاہدہ حضور کا یہ مطلب ہے کہ طالب کو اسم اللہ کا تصور حاصل ہو، اس حصول تصور میں کلمہ طیب اس کا رہنما ہے۔ اسم اللہ اور کلمہ طیب کا ایک ایک حرف نور کی تجلیات، تکبیر آجائے گا یوں اہل تصور کو یہ تجلیات محیط کر کے حضرت محمد ﷺ کے مقام و مکان تک لے جاتی ہیں۔ وہ بندہ جلد ہی جناب محمد ﷺ کے مد نظر ہو جاتا ہے۔ وہاں پر دریائے وحدانیت میں پے پے لہریں اور موجیں ٹھاٹھیں مار رہی ہوتی ہیں۔ اور ان لہروں میں سے "وحدۃ وحدۃ" کے نعرے بلند ہو رہے ہوتے ہیں۔ اس دریائے وحدانیت کا نظارہ کرنے والا، غنمہ اللہ کا عارف ہو جاتا ہے، اور اس مقام و مرتبہ پر حضور نبی اکرم ﷺ جن بزرگوں کو خود اپنے دست مبارک سے پکڑ کر بحر وحدت میں غوطہ دے دیں تو وہ شگور ہو جاتا ہے۔ یہی ثانی اللہ کا ایک درجہ ہے۔ اسی موقع پر بعض غوطہ خور اور شگور، بحر وحدت، اہل توحید ذات ہو جاتے ہیں، اور اپنے مراتب کے لحاظ درجہ لامکانیت پر پہنچتے ہیں، یوں وہ خوش بخت دریائے نور توحید میں استغراق حاصل کر لیتے ہیں۔ اور وہ مکان و مقام بندگی مدام کی جا ہے۔ شیاطین اس مقام کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ بلکہ لامکان میں شیطان کی کیا جہل اور جرات ہے۔ دنیا کی الائنش اور پر آندگیوں اور آلودہ خیالیاں وہاں کے تصور سے بھی لرزاں رہتی ہیں۔ یہاں پر سدا کی بندگی اور مسلسل عبودیت ہے۔ اس مقام پر اللہ ہی ہر سمت ہوتا ہے، غیر اللہ کی وادی اس مقام کے تصور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی ہے۔ ارشاد علی کے مصدق "فانینما نولوا فنم وجہ اللہ" اس مقام لامکان پر ہر سمت اور ہر اور جدھر نظر اٹھتی ہے نور توحید موجزن ہوتا ہے۔ یہ مقام و مرتبہ رفعت نبوی ﷺ کے باعث اور شریعت کی پابندی سے کلمہ طیب کی برکت و رحمت سے ملتا ہے۔ یہ لامکان کی راہ ہوتی یا تحقیق عظیم راہ ہے۔ اس کے بارے میں شک و شبہ اور گمان کفر ہے۔

مجلس محمد کے لائق ہونے کے لئے طالب کو چاروں ذکروں مراقبوں اور چاروں گھروں میں کمال ہونا ضروری ہے۔ ان کے بغیر طالب کا وجود اس مجلس محترم کے لائق ہی نہیں ہوتا۔ وہ چاروں ذکر اس طرح سے ہیں:-

ذکر زوال :- یہ ذکر اپنے آغاز میں اولیٰ و اعلیٰ خلقت کا رجوع ہوتا ہے۔ اس کا ذکر اولیٰ کو چھوڑ کر ان کا زوال کر دیتا ہے۔ ایسے ذکر کے طالب اور مرید بے شمار موجود ہیں۔ جب یہ ذکر زوال اپنے عروج اور اکیلیت پر ہوتا ہے تو اس وقت اس کے مرید اور طالب عالم بر کشش میں ہوتے ہیں۔ اس وقت یہ ذکر کرنے والا ایک ہزار بار استغفار کرنے والے کے مرتبے پر ہوتا ہے۔

اور وہ صلیق مرید بھی تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اور پھر وہی مرید محل میں بھی رہ کر انتہائی جانب بدھنے لگتا ہے بلاخر جس کا انعام معرفت حق اور وصل اللہ ہے۔

ذکر کمال :- اس ذکر کمال کے شروع میں فرشتوں کا رجوع ہوتا ہے اس کے اختتام پر ملائکہ کے لشکروں کے لشکر اور کرانا کتابیس یعنی لور بدی کی خبر کرتے ہیں 'لور فیض بندے کو پاکیزگی اور طہارت قلبی کی جانب مائل کرتے ہیں۔

ذکر وصل :- ذکر وصل کا تیسرا درجہ ہے اس کے آغاز ہی میں انبیاء عظیم السلام لور لولیاے کرام کی مجلس کا ہاتھی وصل میرا آجاتا ہے 'لور پھر یہی وصل ہاتھی اپنی جھیل تک پہنچ جاتا ہے۔

ذکر احوال :- اس ذکر میں ظہور تجلیات کے کرشمات ہیں۔ یوں ثانی اللہ کے بعد ہاتھ کا مقام و مرتبہ ہے۔ یہ وہ چاروں لوزکار ہیں کہ ان سے بحسن و خوبی گزرنے کے بعد بندہ طالب حق مجلس محمدی ﷺ میں جگہ لور حضوری پانے کے لائق ہوتا ہے۔

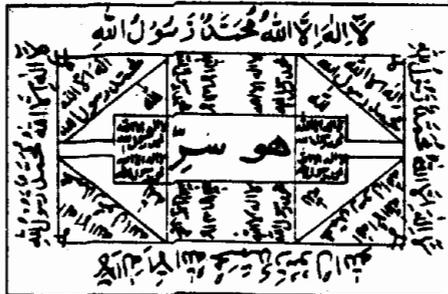
اسم اللہ کی مشق :- اے جان عزیز! یہ جان لے کر اگر کسی شخص پر رشود ہدایت اور تعلیم و تلقین اپنا اثر نہ دکھائے 'لور اس شخص کا دل ذکر الہی کے طلسم و سحر سے محروم رہے لور مشغول ذکر ہونے سے گریزاں ہو تو ایسے توجہ طلب لور مدد کے طالب شخص کا مسکت جواب یہ ہے کہ اسے اسم اللہ کا وجودی تصور قائم کرنے کی ہدایت بخشی جائے۔ وہ آغاز میں اسم اللہ کے تصور کی ذہنی مشق و تربیت کرے۔ اس مشق لور تربیت میں اپنے وجود کے اعضاء و جوارح کو بترتیب مقام ورد و وظیفہ بنائے۔ سب سے پہلے دونوں کالوں کو ذکر کار سیانائے پھر دونوں آنکھوں پر نظر کرے اور اس کے ساتھ ہی دل لور ہفت کو مرکز بنا کر اسم اللہ کی مشق جاری رکھے۔ لور بعد میں اپنے سینے پر اسم محمد ﷺ کی مشق کرے، یوں ایک بار پھر ہفت لور اس کے ارد گرد اسم ذاتی کی مشق کرنا رہے۔ کندھوں کو بھی اسم کے ذکر سے تغیر کرے۔ اس تغیر اعضاء کے بعد سر لور دماغ پر ہو کی ضرب کی مشق کرے، جب یہ تمام مشقیں ہو جائیں تو تغیر کا عمل پورا ہونے کے بعد بندے پر تصور اسم ذاتی اپنا اثر ظاہر کرنے لگتا ہے لور اس کے تغیر شدہ ساتوں اعضاء لورانی ہو جاتے ہیں لور پورے وجود پر اسم ذاتی کا غالب و کھائی دینے لگتا ہے 'لور پھر اسم اللہ کی تاثیر اس کے وجود میں بھی اظہار پذیر ہو سکتی ہے۔

بندہ طالب اپنے وجود کے اعتبار سے براہ راست اور یکبارگی ہی اسم اللہ کا متحمل نہیں ہو سکتا، اس لئے اسم اللہ کے ذکر کا عمل شوق اور مشق کے بعد وقوع پذیر ہونا ایک مرحلہ وار امر ہے۔ اس عمل مشق لور تربیت سے عملی طور پر متحمس ہونا اور وجودی تغیری عمل سے باخبر ہوتے

رہتا ہی ایک مقصد ہے۔

فیض مدام :- اگر کوئی اس امر کی خواہش کرے کہ وہ ہر حالت میں صاحب ایمان رہے لور اس کا ہاتھ زیادہ سے زیادہ روشنی سے فیض یاب ہوتا رہے، لور اس سے یہ ہاتھی روشنی کبھی جدا نہ ہو، لور وہ معرفت الہی سے مدام مشرف رہے لور مشاہدہ حق اسے حاصل ہوتا رہے۔ تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ مدام ذاتی کا تصور کرے۔ تغیر انسانیت حضرت محمد ﷺ بھی ہمیشہ اسم ذاتی کے تصور میں غرق رہتے تھے۔

اس طرح اگر کسی کے وجود میں اسم اللہ سکونت لور قرار نہ پکڑتا ہو تو ایسے واکر کو چاہئے کہ وہ رات دن فکر کرے۔ اس فکر سے دل 'سینے' لور دماغ لور آنکھ پر اسم اللہ رقم کرے، پھر اس مشق میں سے چند ہی دنوں کے بعد اس سے ساتوں اعضاء پر یہ ذکر اپنا قبضہ لور تسلط کر لے گا، لور وہ وجود پھر پور تجلیات کا حامل ہو جائے گا، لور یوں اسم ذاتی کی سکونت مستقل ہو جاتی ہے، لور وہ شخص مجلس محمدی ﷺ سے بھی محبت یاب ہوتا رہتا ہے۔ اس کی تمام مرادیں لور مطلب جسم ہو کر پورے ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ کمال یقین کا مرحلہ صفت ہے۔ لور کوہ تربیت کے تحت مشقیں بلاخر نتیجہ خیر ہو کر رہتی ہیں لور یوں بندہ حق کا وجود بذات خود بیکر قلب بن جاتا ہے، اس میں تجلیات کا اور تصور ہونے لگتا ہے۔ اس کا ہاتھ اس لور سے معمور ہو جاتا ہے اس مقام پر وہ ہمیشہ اللہ ہی کو مد نظر رکھتا ہے۔ اور وہ جو کچھ بھی دیکھتا ہے وہ گمراہی سے دیکھتا ہے۔ اسے اللہ کی قدرت کے نور کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ ہمیشہ کی حضوری ہی اس کی مدام آگاہی کا باعث بنی رہتی ہے، لور پھر اس بندہ خاص پر "علم آدم الاسماء کلہا" کی تفسیر عمل پذیر ہونے لگتی ہے۔ علم منکشف ہونے لگتا ہے۔ لور پھر جو بندہ خاص اس جسم کی توجہ لور نعمت خاص کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ لور واسطہ سمجھے اس سے یہ توجہ ناقیامت نہیں ہٹائی جاتی۔ دماغ کے دائرے کی کلہ طیب کے اعتبار سے درج ذیل کیفیت ہے۔



بیان کیا جاتا ہے کہ درویش کی پانچ قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) صاحب کشف القلوب۔ یعنی جس پر دلوں کے کشف دا ہوتے ہیں اور وہ دلوں کی دار و داتوں اور خبروں کو جانتا ہے۔

(۲) صاحب کشف القبور۔ ایسے درویش کو دونوں عالم کی بخوبی خبر اور آگہی ہوتی ہے، وہ حاضر اور غائب کو خوب جانتا ہے۔

(۳) لوتو۔ یہ وہ صاحبان خدمت ہوتے ہیں جن کا اہتمام اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے۔

(۴) وہ درویش جو درجہ قطبی پر ہوتا ہے۔ اور یہ درجہ بلورائے عرش ہے۔ ایسے درویش کو ساتوں زمینوں اور آسمانوں کی آگہی اور خبر ہوتی ہے۔

(۵) وہ درویش جو رتبہ غوثی پر متمکن ہوتا ہے۔ یہ بھی عرش عظیم کے بلانی درجوں میں سے ہے۔ اس درجے کا حامل عرش کے اوپر ستر ہزار پردوں کی خبر اور آگہی رکھتا ہے اور یہ ایک رتبہ عظیم ہے رب جلیل کی فیاضی میں سے۔

پیر ہرگز نہ شد۔ بتایا گیا ہے کہ ایک قطب کا مرتبہ چھ اوتلوں کے مرتبے کے برابر ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ایک درویش جو غوث ہوتا ہے اس کا مقام و مرتبہ چھ قطبوں کے مرتبے کے برابر ہوتا ہے۔

ایک بڑی واضح ذہن زد درویش روایت ہے کہ ہر رات کو کم از کم تین سو ساٹھ غوث ضرور موجود ہوتے ہیں۔ ان غوثوں کی یہ موجودگی اس عالم خاکی اور زمین کے اعتبار سے ہے۔ دربار الہی میں تو یہ تعداد حد شمار سے باہر ہے۔

قطب کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اپنے رتبے کے اعتبار سے نیم پیر ہوتا ہے۔ یہ پیری بھی بہت بڑا مرحلہ اور رتبہ ہے۔ اور جو غوث ہوتا ہے وہ مکمل پیر یعنی کامل کہلاتا ہے۔ اس رتبے اور مرتبے کے اعتبار سے غوث اور قطب کے سوا کوئی بھی عالم یا عالم دعویٰ پیری کرتا ہے تو وہ قیامت تک نجات اور ندامت کی ارنل گھاٹیوں میں غلطی پھرتا رہتا ہے۔

احوال و مسائل اور واقعات و حلاوت کے باعث اگر کسی شخص کا نفس سرکش کا ارتکاب کرتا ہو۔ اور اس کے اعمال و افعال میں شیطان کی موافقت پیدا ہو گئی ہو۔ یا کوئی بد قسمت کردار اور اخلاق کے حوالے سے اغلاس زدہ ہو چکا ہو۔ یا کسی کامل بظاہر فنی ہو لیکن یہ باطن مجلس عہری سے وہ دور ہو چکا ہو۔ فتنہ و توغمیری کی حالت کسی پر وارد ہو چکی ہو۔ کسی خبط یا الجھن کا گہرا ہٹ پیدا کرنے والا جھیلنا سامنے کھڑا ہو۔ یا پھر کسی مرشد سے اسے عدم توجہ کی کیفیت میں جواب مل گیا ہو تو بندہ جسمانی اور روحانی عوارض میں الجھ کر دائم المریض بن گیا ہو۔ عوارض اور

بیماریوں کی شدت اور سختی بے قرار اور بے چین رکھتی ہو۔ دن اور رات کا چین اڑ چکا ہو۔ طیب ہمدرد بھی اسے لا علاج اور لا دوا قرار دے چکے ہوں۔ دعوت کے قبول کرنے اور پڑھنے میں رجعت کا شکار ہو گیا ہو۔ دیوانگی اپنا اثر دکھا کر جنونی کر دے۔ کوئی فقیر رتبہ اعلیٰ ملین سے تنزیل میں آ کر ایک طرح کے بچپن میں پلٹ آئے۔ سلسلہ منوارید منقطع ہو چکا ہو۔ یا کسی کی عدولت اور عصمت کی زد میں آ رہا ہو۔ امن و آشتی بہت دور جا چکی ہو۔ یا مرشد کی نگرانی کے عتب میں جمل بہن رہا ہو۔ خمیر کا نور کسی وجہ سے ظلمات میں بدل چکا ہو۔ دل کا نور اندھیرے کا روپ دھار چکا ہو۔ حل کی نقدی چمن چکی ہو۔ بے مانگی کی کیفیت سے بے حل ہو رہا ہو۔ معرفت و صل سے ذوال آشنا ہو کر بے وقت و بے مرتبہ ہو گیا ہو۔ اپنی حالت قبض سے حالت بسط میں نہ آسکتے کے عذاب میں مبتلا ہو۔ لشکر ہوس ہزیمت اٹھا چکا ہو۔ خواب اور مراقبے کی حالتوں میں بھی گمراہوں اور کفار ہی کو دیکھتا ہو۔ اہل بدعت کی مجالس کی دلکشی اس پر غالب و کاہن ہو۔ غلبہ گمراہی اور نیند کی موت میں مد ہوش ہو چکا ہو۔ دل ولوی حیات میں داخل ہونے کو ترسنا ہو۔ فسق و فجور اور ظلم و ستم عام حدود سے بھی تجاوز کر چکا ہو۔ حرام اور شراب سے منہ نہ مڑتا ہو۔ یہ متعدد خباثت اور خناس ہیں۔ ان سب کا علاج اسم ذاتی کا ورد اور کلمہ طیب کا ذکر ہے۔

لا اہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تصور سے تمام احوال آشکارہ ہو جاتے ہیں۔ گرہیں اور رکاوٹیں سامنے آ جاتی ہیں۔ ہر ایک بیماری اور عارضے کا علاج ہونے لگتا ہے۔ تمام مراحل طے ہو جاتے ہیں۔ مسدود راہیں کھل جاتی ہیں۔ اسم ذاتی کی برکت مشکلات کو آسمانوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔

اس دنیا میں اسم ذاتی کی برکت اور دعوت اہل قیور سے سب کچھ عمل میں آسکتا ہے، اس کا جس عالم کو طریقہ اور قرینہ معلوم ہے وہ با آسانی ہر ایک مطلب کو حاصل کر سکتا ہے، وہ خزانے کہ جو عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ اور مخفی ہوتے ہیں اس کی نظروں میں ہوتے ہیں۔ دین و دنیا کے مخزنوں پر بھی اس کا تصرف و اختیار ہو جاتا ہے۔

اسم اللہ کے حاضرات کے تصور کا طریقہ وحدانیت ہے اور وصف اور عظمت من جانب اللہ ہے، ریاضت سے اس کی قیمت ادا نہیں کی جاسکتی، اس میں سراسر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل ہے، یہ فضل، اللہ تعالیٰ سے محبت کے صداق ہے، اللہ تعالیٰ کی اس رتو کو ذکر ہی کے ذم پر حاصل نہیں کیا جاسکتا، حضور قرب اور نفس سرکش کی فاس کے لئے معلوم ہوتی ہے۔ لویائے اللہ کو یہ شرف دینائے دلوں کی محبت اور طلب کے بجائے اللہ کے ذکر میں مشغولیت کے بعد اس

مراقبہ کیا ہے؟

مراقبہ دل کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے کہ جس کے تحت بندے کے دل کی نگرانی ہوتی رہتی ہے۔ ہر مراقبہ کا مدعا اور غلطیہ ہوتا ہے کہ غیر اللہ دل میں نہ آنے پانے۔ مراقبے کے باعث نفسانی اور شیطانی غمخیزات سے چمٹکارا حاصل کیا جاتا ہے۔ مراقبہ ایک وہ ذریعہ خاص ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ اس لئے مراقبہ کو ایک مشاہدہ کا بھی نام دیا جاتا ہے۔ کہ مشاہدہ خاص نما" محبوب کی محبت کو بھی مراقبے کا نام دیا جاتا ہے۔ صاحب مراقبہ اپنی کیفیت کے باعث ایک طرح کا محرم اسرار ہوتا ہے۔ اس پر کئی طرح کے امور اپنا انکشاف کر دیتے ہیں۔ مجلس محمدی کے مراقبے کی اپنی لذت اور مقام ہے اور مجلس ذات کا مراقبہ اپنی جداگانہ لذت اور معرفت کا حامل ہوتا ہے۔ یہ نور الہدی سے ہے۔

مراقبہ محبت ہے :- مزید مراقبہ کی وضاحت اور صراحت یوں بھی کی جاسکتی ہے۔ شروع میں جو شخص مراقبہ کے علم اور امور کا مطالعہ کرتا ہے اس کا دل فرلوں محبت سے سرشار ہو جاتا ہے۔ اسی وارفتگی اور محبت ہی کے باعث اسے حضوری یا مجلس حاصل ہوتی ہے۔ اس مجلس خاص میں حضرت کوم علیہ السلام سے لے کر ختم المرسلین حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء علیہ السلام و السلام کی اولاد مبارکہ کو وہ بندہ دیکھتا ہے۔ اور جان لیتا چاہئے کہ مراقبہ کا یہ بنیادی اور پہلا سبق ہوتا ہے۔

مراقبہ ایک حوالے سے امر محرم راز اور خفیہ امور کو جاننا بھی ہے۔ اسم ذاتی کا مراقبہ مشاہدہ ذات حضور نما ہوتا ہے۔ یہ مراقبہ بندے کو لامکان تک پہنچاتا ہے۔ لیکن جو شخص ذکر لگے اور جس دم کی کیفیت سے حیران اور پریشان ہو جاتا ہے وہ مراقبے کی حقیقت لذت سے دور ہے۔ مراقبہ اپنے اثر و تاثیر میں موت کے زیادہ قریب ہے اس لئے یہ عالی لوگوں کا شغل بن ہی نہیں سکتا۔

اسم ذات کا تصور اور مراقبہ ایک نازک مرحلہ ہے۔ اس میں لہل مراقبہ موت کے احوال کا مشاہدہ بھی کرتا ہے۔ وہ نزع جان کئی 'قبر کی حقیقت' مگر تکیر سے مصلحت اور اس کے بعد کے مراحل کو بھی بخوبی دیکھ لیتا ہے۔ یوں ہر لہل مراقبہ اپنے اس مرحلے پر داخل کھاتا اور حق تعالیٰ کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔

کر مجھ کو شرح میں احوال را
ہر کہ غیرت خور و شد عارف خدا

اگر ان احوال و امور کی شرح اور تفسیر میں جلیا جلتے تو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ جس نے اپنے آپ میں سزور و غور و فکر کیا گویا وہی شخص در حقیقت اللہ کی معرفت حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔

ایمان کا جوہر :- مراقبہ کنز الایمان یعنی ایمان کا ایک اہول موتی ہوتا ہے۔ اس کا حصول تقرب الہی سے ہے۔ یہی تقرب ہی اپنی مطلوب صورت میں مراقبہ ہے۔ قرب۔ تقرب۔ اور مراقبہ ایک ہی ملا کے موتی ہیں

یاد رہے مراقبے کا چار چیزوں سے تعلق ہے۔ وہ چاروں چہارہ نام کھاتی ہیں۔ پہلا یہ مراقبہ محبت کا ہے۔ اس سے لامحالہ محبت بڑھتی ہے۔ اور اس مراقبہ سے اللہ کی محبت کے باعث اللہ کے اسرار کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس مراقبہ کا حصول اسم اللہ کے تصور سے ہوتا ہے۔

دوسرا یہ معرفت کا ہے اس سے انوار الہی کے بلوغت توحید نمودار ہوتی ہے۔ اس مراقبے میں بھی اسم اللہ ہی کا تصور کار فرما ہوتا ہے۔

تیسرا یہ معراج کا ہے۔ یہ معراج قلبی ہے۔ اس مراقبے کو مراقبہ صلوات اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا دل کے ساتھ ازلی تعلق ہے اور اس سے ذکر ہی کا اجرا ہوتا ہے۔ اس سے لامحالہ دل کی تشویق میں اضافہ ہوتا ہے اور اس اضافے سے راحت دل میں بھی بدستور اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ راحت بقدر شوق و ذوق ہے۔ اس مراقبے سے وجودی اعضا اور ہولوں سے بھی اسم ذاتی کی آوازیں ہی نکلتی ہیں۔ یہ مراقبہ بھی اسم اللہ کے تصور کا حاصل ہے۔

چوتھا یہ مجموع الوجود کا ہے۔ اس سے سر سے پاؤں تک لاتعداد لوہو کے انوار و اکرام کے مشاہدات ہوتے ہیں۔ بندہ نفس اور شیطان پر غالب آ جاتا ہے یہ دونوں اس کے مطیع ہو جاتے ہیں۔ اس مراقبے کی معراج ہی یہی ہے کہ بندہ اس میں سے اس وقت باہر ہی نہیں آتا کہ جب تک وہ مجلس انبیاء علیہ السلام اور اولیاء سے شرف ملاقت نہیں کر لیتا۔ ایسے لہل مراقبہ کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ظاہر میں لوگوں اور مخالفین سے باتیں بھی کرتا ہے اور بہ باطن وہ مراقبے میں ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے مراقبے کے دوران میں اس کے بدن سے ہر عضو سے ستر ہزار صورتیں اللہ کا درد کرتی ہوئیں نکلتی ہیں۔ اور پھر مراقبے کے خاتمے پر وہ صورتیں عدم میں چلی

جاتی ہیں۔ ایسے شخص کی ظاہری کیفیت سے بعض لوگ اسے در حل مراقبہ کہتے بھی ہیں اور اس کے مراقبے سے بعض انکار بھی کرتے ہیں۔ یہ مراقبہ اسم ہو کے تصور سے قائم ہوتا ہے۔

اسم ہو سے چار اہتمام تک لے جانے والے ذکر حاصل ہوتے ہیں۔ یہ توکار محض حضوری حالت غرق نوری ہی ہوتے ہیں۔ گویا سب سے پہلے اس سے ذکر حاصل کا حصول ہوتا ہے۔ یہ ذکر مرشد کمال کی تربیت سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسرا ذکر سلطان ہے اس کے باعث بندہ لاہوت اور لامکان کے نظارے کرتا ہے۔ تیسرا ذکر قربانی ہے اس ذکر میں خطرات شیطانی سے نجات اور چمکانہ میسر آتا ہے۔ پھر چوتھا ذکر خفی ہے۔ اس ذکر سے مدام کی حضور در مجلس محمدی ہے۔ اس ذکر کے جاننے اور مراقبہ کرنے والا اگرچہ مراد دنیا اور اس کی طلب سے مغلوب ہو پھر بھی اللہ سے مراتب بخش دیتا ہے۔ اور جو محض اپنی نظر دنیا کے بجائے آخرت پر رکھے وہ لا محالہ دنیا سے اور شیطان کے دسلوس اور رنجبتوں سے کلی فراغت حاصل کر لیتا ہے۔ اور وہ بندہ حق صاحب وصف کریمی ہو جاتا ہے۔

مراقبہ ذریعہ تقرب :- اصحاب مراقبہ عظیم مراتب اور درجات کے مالک ہوتے ہیں۔ ہر صاحب مراقبہ مراد مستقیم کو پا لیتا ہے۔ مراقبہ ایک ایسا تقرب بھرا عمل ہے کہ اس میں مراقبہ صاحب مراقبہ پر ثابت اور ظاہر ہی نہیں ہوتا۔ اسم اللہ سے ہر مراقبہ اپنے عروج اور عظمت پر چلا جاتا ہے۔ اور ایسا مراقبہ خاص القیاس کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ اس میں صاحب مراقبہ مجلس نبوی کے نظاروں میں محو رہتا ہے۔ یہیں پر اس کی ملاقات ارواح انبیاء اور ارواح اولیاء سے ہوتی ہے۔

مراقبہ ایک ایسا قرب بھرا تقرب ہے کہ جو اپنی شہادت اور گواہی خود پیش کرتا ہے۔ مراقبے کی کئی شہادتیں ہیں۔ لیکن جو اپنے مراقبے پر دو گواہ نہیں محسوس کرتا اس کا مراقبہ خام اور ناقص ہوتا ہے۔ ایسا بے شہادت مراقبہ غلط اور اپنے نتائج میں بے راہ ہے۔ اصل میں تو مراقبہ بندے کو نفسانی خطرات سے صحت میں لے لیتا۔ مراقبہ جو مقبول ہوتا ہے اس میں قدم بہ قدم اور منزل مدارج اور مقامات فضیلت ہیں۔ یہاں تک کہ مجلس محمدی علیہ السلام کا حصول بھی ہو جاتا ہے اس مجلس میں اہل مراقبہ ہمہ وقت حاضر و خلوم بنا رہتا ہے۔ اور یہی حضوری اسے عارف باللہ کے درجے پر پہنچاتی ہے۔ اس کا خاتمہ بالیقین خیر ہوتا ہے۔ اور اس کا باطن انوار الہی سے معمور اور مسرور رہتا ہے۔ مراقبہ مرحلہ وار حضوری اور قربت ہے۔ اور بالاخر معرفت حق ہی ہے۔

مثال اور وضاحت کی خاطر بتایا جاتا ہے کہ تین امور ہر حال میں ظاہر ہو کر رہتے ہیں۔ ان

امور کی پوشیدگی یا اختفا ممکن ہی نہیں۔ یہ ہزاروں تجربات اور پردوں میں بھی ظاہر ہو کر رہتے ہیں۔ اول آفتاب۔ یہ ایک واضح اور اہل حقیقت ہے جو اللہ کے حکم سے قائم اور دائم ہے۔ دوم: دین محمدی علیہ السلام کے اثرات و برکات اور خوشبو اور مشک۔ یہ دین ایک پورا نظام ہے انتہا کے ساتھ۔ سوم: معرفت یعنی عارف باللہ۔ معرفت اللہ بندے کو رخصت بخش دیتی ہے اور یہ رخصت لازماً ہوتی ہے۔

کیفیات مراقبہ :- مراقبہ کے بے شمار مراحل اور اسی قدر کیفیات و ثمرات ہیں۔ واضح رہے کہ جو بندہ حق خواب یا مراقبہ میں جنت کے اندر ہو، اور جنت ہی کے طعام اور فوائد سے بہا یاب ہو اور وہیں کے مشروبات سے تسکین پائے۔ ایسا شخص مراقبے سے نکلنے کے بعد تاحیات احتیاجات اکل و شرب سے بے نیاز رہے گا۔ بھوک اور پیاس اس کے وجود سے بہت دور ہو جائے گی۔ غلبہ نیند سے وہ سدا آزلو رہے گا۔ طہارت دائمی اس شخص کا مقدر بن جائے گی۔ تاحیات وضو سے گزارے گا۔ ایسے بندے میں اللہ تعالیٰ طاعت اور بندگی کی توفیق اس حد تک کرتا ہے کہ وہ بندہ دن رات سجدوں سے اپنا سر نہیں اٹھا سکتا۔ ایسے شخص میں اللہ تبارک و تعالیٰ دیگر کئی طرح کی توانائیوں کی فرلوانیاں فرماتا ہے۔ اس کا وجود قائم بالذات رہتا ہے۔ خطرات فریبی اور کمزوری اس سے دور رہتے ہیں۔ موسم کے شدائد اس پر بے اثر رہتے ہیں بلکہ ہر موسم اس کے لئے باعث راحت اور سکون ہوتا ہے۔ یہی درجہ توحید و توحید کے بھی اونٹنی مراقبہ ہوتے ہیں۔

ان درجات و مراحل کا ہر مقام و مرتبہ اپنا ہے، لیکن فقیر ایسے مراحل اور مراتب سے شرم و حیا محسوس کرتا ہے۔ محمد کے فقیر سے جسمانی حوالوں سے ان مراتب کا کوئی مقام نہیں ہے۔ وہ ایسی حیا آور باتوں سے بہت دور ہوتا ہے۔ اس کی ستایہ ہوتی ہے کہ خواب یا مراقبہ میں لقائے رب العالمین سے مشرف ہو۔ اس کی رکاوٹیں اور بندشیں دور ہوں۔ ایسی کیفیت میں اس کے ہر وجودی جزو سے اسم اعظم کی آواز سنائی دیتی ہے۔ ایسے تصور والے فقیر کے وجود کے اندر کچھ اس طرح کی آگ پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے رات دن لیس جلا بھرتا رہتا ہے۔ لیس کی اس لذت اور سوختہ حالت میں بندے کو سکون روحانی میسر آتا رہتا ہے۔ اس کی لیس پر سختیاں اور آزیانہ سازیاں اسے لذت بخشتی ہیں۔ یوں وہ بندہ حق شریعت کا لباس زیب تن کرتا ہے۔

لباس شریعت کا پہننا بغیر جدو کوشش کے نہیں ہے۔ اس میں بھی تھکر اور غور و فکر کی انتہا

درجے کی دعوت ہے۔ یعنی "تفکر وافہی نعمانہ ولا تفکر وافہی ذاتہ"

اللہ تعالیٰ کے انعامات اور نعمتوں پر بھی ہمیشہ نظر رہنی چاہئے نہ کہ اس کی ذات اقدس پر۔

بندے کے لئے سب سے بڑی نعمت توحید الہی کی معرفت ہے۔ یہ معرفت اپنے درجے میں ہر مقام و مرتبہ سے بلند و بالا ہے۔ اس لئے درجہ توحید الہی کی معرفت میں بندے کے لئے یہ ممکن ہی نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کے بارے میں سوچے کہ اس کی شکل و صورت کیسی ہے۔ اس کے دیگر اعضاء اور آئینہ کیسی ہے۔ بلکہ اس حقیقت پر ایمان کمال ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے مثل ہے اس کا حیثیت بے مانند ہے۔

جلالیت کی آگ :- بندے کے اندر ان دسوس لطیف و کثیف کے بجائے صرف اور صرف سامنے اسم ذات کے تصور کی تپش اور آگ ہی موجزن رہنی چاہئے۔ اس کے آگ کے سامنے بندہ خشک اور جلد آگ پکڑنے والی لکڑی کی مانند ہو۔

اسم ذات کے تصور کی تپش اور آگ اس قدر شدید اور سوختی ہوتی ہے کہ اس کا ایک ذرہ بھی زمین و آسمان میں کہیں پھینکا جائے تو وہ جل اٹھے۔ لیکن وہ جو اس جلالیت کی آگ میں ہمہ وقت جل رہا ہے لائق صد تحسین و آفرین ہے، وہ کبھی دم تک نہیں مارتا لیکن قیامت تک اسی جلالی آگ میں رہتا ہے۔ اس جلالی آگ کی ریاضت سے بندہ کر اور کوئی آگ نہیں ہے۔ ان مراتب پر بعض کافر ہو گئے بعض نے شرک اختیار کر لیا کئی جنوں اور دیوانے ہو گئے۔ لیکن جو لباس شریعت پہن لیتا ہے وہ عرفان حاصل کرتا ہے۔ اللہ اسے ہوشیار اور باخبر کر دیتا ہے۔ وہ اس حالت میں خلقت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس ہزاروں مجدد ہاں جلالی آگ میں جل کر خاکستر ہو گئے۔ ہزاروں ہی آپ رحمت کی بددلت سے ہٹکار ہوئے اور انہوں نے بلند مراتب حاصل کئے۔ لیکن انہوں نے جو راہ حق میں ڈگمگا کر رہ گئے۔

بندے پر یہ حقائق واضح رہیں کہ زمین و آسمان کے تمام طبقات حکمت الہی اور امر الہی سے قائم ہیں۔ وہ سب اسم ذاتی کے آداب و وظائف کے باعث قیامت تک یوں ہی قائم دائم رہیں گے۔ اور اسم اللہ کی طرف ان کی توجہ رہے گی۔ اور جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے سب اللہ تبارک و تعالیٰ کی تسبیح میں ہمہ وقت مشغول ہیں۔ یہی ارشاد باری ہے کہ "یسبح لله ما فی السموات و الارض وهو العزيز الحكيم" (جو کچھ بھی زمین اور سموات میں ہے وہ اپنے پروردگار کی تسبیح میں مشغول ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غالب و قادر حکمت والا ہے)۔ مزید ارشاد بھی اسی زمرے میں ہے کہ "وفاعر ضنا الا امانته علی السموات و الارض والجبال ما بین ان یحملنہوا و اشفقن منها و حملها الا انسان انه کان ظلوماً جنوناً" (اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین اور پہاڑوں کو امانت رکھے اور اس کا بوجھ برداشت کرنے کے لئے کیا۔ لیکن وہ سب اس بوجھ یا امانت کو اٹھانے سے ڈر گئے مگر انسان نے یہ بوجھ اٹھالیا، انسان ظالم اور جہل ہے)۔

خواب اور مراقبہ :- خواب اور مراقبہ اپنے بعض احوال میں ایک ہی طرح کے امر ہیں۔ مراقبہ اپنے احوال اور واردات میں خواب سے زیادہ قوی اور غالب ہے جو خواب کو تو بلند آواز سے نپکار کر چکایا جاسکتا ہے، لیکن نل مراقبہ تو مشاہدہ وحدانیت میں فرق ہوتا ہے۔ اس کی اس حالت اور کیفیت میں اگر گردن بھی کٹ دی جائے تو بھی اسے خبر نہیں ہوتی۔ اس حالت و واردات کے باعث مراقبہ ایک طرح سے موت ہے۔ جو حالت دوران مراقبہ ہوتی ہے۔ وہی حالت موت کی ہوتی ہے۔

مراقبہ معرفت الہی کے باعث بندے کو سرفرازیں بخشا ہے۔ اسی حوالے سے فرمان الہی ہے کہ "رضی اللہ عنہ و رضو عنہ" اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، ان میں کہیں تغلوات و تقلوت نہیں پایا جاتا۔ مزید ارشاد ہے کہ "لرجعی لسی ربک راضیہ مرضیہ فادخلنی فی عبادی و ادخلنی جنتی" (بندے کے لئے حکم ہے کہ) اپنے رب کی جانب رجوع کرے اور اسی سے راضی ہو۔ (ارشاد ربانی یوں ہے کہ) میرے بندوں میں شامل ہو کر جنت میں داخل ہو جائے۔

محرم اسرار الہی :- مراقبہ ایک وہ عمل ہے کہ جس میں اسرار و رموز الہی کا انکشاف و لوہا اک ہوتا رہتا ہے۔ صاحب مراقبہ کے لئے پیداری بھی ایک طرح کا خواب اور پھر خواب اس کے لئے باخبری اور ہوشیاری ہے۔ وہ بندہ اللہ کے مشاہدے کے علاوہ ہر مشاہدے سے استغفار کرتا ہے۔ صاحب مراقبہ کو مجلس محمدی ظہیم نصیب ہوتی ہے۔ اس مراقبے کے باعث مردہ، مردود، شورشی اور مجرم دل لوگوں کو بھی راہ راست مل جاتا ہے۔ اور پھر مومنوں کے لئے مجلس محمدی حضوری کا مراقبہ ایک طرح بمنزلہ معراج ہے۔ اس میں آیا ہے کہ "لصلوۃ معراج المؤمنین۔ لا صلوۃ الا محضور للقلب" صلوات مومنوں کا معراج اور معراج ہے۔ لیکن قلب کی حضوری صلوات کے سوا نہیں ہے۔

مراقبہ میں معرفت الہی بمنزلہ بندے کے لئے موجود ہے، اس لئے مراقبہ میں بندے کی نظر معرفت الہی پر مرکوز رہتی ہے۔

مرحلہ در مرحلہ :- مراقبہ کئی اقسام میں تقسیم ہے۔ اس کی بہت سی قسمیں اہم ہیں۔ مراقبہ میں جب مراقبہ کرنے والا اسم ذات کے تصور میں اپنا سر جھکا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان لانا ہے تو اسم ذاتی کا تصور اس بندے پر اپنا اثر دکھاتا ہے یہ ہاتھوں کی طرف پرواز کرتا ہے اور دارالبقا سے دارالفا کی طرف چلا جاتا ہے۔ گویا اس طرح وہ محض نہیں ہے بے جان مردہ

ہے اور اس کے بعد اسم ذاتی کے احوال کار فرما ہیں۔ وہ جان کنی کی تنگی اور تکلیف سے گزر چکا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کے سامنے دکھانے کے لئے نسلایا جا چکا ہے، لوگ اس کا جان بھی پڑھ چکے ہیں۔ پھر یہ بھی مظلوم ہے کہ مدغ میں ایک ہڈی ہوتی ہے اسے سفید ہڈی بھی کہتے ہیں۔ اس ہڈی کی دست زین اور آہن سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ اس دست میں روح کو لا کر فرشتے اس سے ستر ہزار سوال پوچھتے ہیں اور روح ان سوالات کے بدستور جواب دیتی ہے۔ اور پھر ایک لمحے میں جتان اٹھایا جاتا ہے پھر قبر پر لے جایا جاتا ہے۔ اور پھر لحد میں اتار دیا جاتا ہے اس لحد کی دست زین اور آہن سے بھی زیادہ ہے۔

مزید سلسلہ جاری رہتا ہے مگر کثیر آجاتے ہیں۔ سوالات کے لئے، مطمئن ہو کر کہتے ہیں کہ سو تو اطمینان کے ساتھ، پھر رہاں نام کا فرشتہ اسے چکا دیتا ہے۔ وہ انگلی کو قلم اور لعل و دہن کو سیاہی منہ کو دوات اور کفن کو قرطاس بنا کر تنگی ہڈی لکھتا ہے اور پھر تعویذ کی طرح یہ عبارت اس کے گلے میں حائل کر کے روانہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ ہزاروں برس قبر میں پڑا رہا۔ پھر مدائے اسرائیل کو مٹی تو تمام مردے ہلاکت کی طرح زمین سے نمودار ہو گئے۔ اور یوں اٹھارہ قسم کی مخلوقات میدان حشر میں جمع ہو گئیں۔

ہر ایک کے ہاتھ میں نامہ اہل ہے۔ وہ پہلے مراحل سے پار اتر گیا اور پھر اس سفر کے بعد بہشت عظیم میں اس کا داخلہ ہو گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے دست شفقت سے جام پیش کرتے ہیں۔ اور بندے یہ جام نوش جان کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں۔

ان مراحل کے بعد اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ کا مرحلہ عظیم ہے۔ بندہ پانچ سو سال کے رکوع اور پانچ پانچ سو سال کے سجود کرتا ہے۔ رکوع و سجود و قعود کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ علی مرتبت سے صحبت کا مرحلہ ہے۔ اور انبیائے عظیم السلام کی صف کے پیچھے وہ دیدار الہی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ ایک کیفیت وجد و کیف کے طویل دورانیے کے بعد بندہ دوبارہ ہوش میں آتا ہے۔ تو اس وقت تک وہ بے حس اور لائق بن چکا ہوتا ہے۔ گویا بندہ باطن کی توجہ کرنے کے بعد دیدار الہی سے مشرف ہوتا ہے۔ اس موقع پر دنیاوی لذائذ اور لطائف کمتر اور بچ دکھائی دیتے ہیں۔

جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ایسا بندہ ظاہری طور پر لوگوں کے باطن لوگوں سے بہ کلام ہو رہا ہوتا ہے لیکن باطن میں وہ مجلس نبوی میں حضوری سے فیض یاب ہو رہا ہوتا ہے اور معرفت الہی سے بہک رہا ہو جاتا ہے۔ "موتو قبل ان نموتو" اور "انما تم الفقیر فہو اللہ" یعنی مرتب و درجت ہیں عارفوں اور اللہ والوں کے یہ سب بندے کو کلام الہی کی آیات اور شریعت محمدی ﷺ

کی برکت و رحمت سے میرا آتے ہیں۔

رسول اکرم علی مرتبت کا ارشاد ہے کہ "من عرف نفسه فقد عرف ربه" (یعنی جس نے اپنے آپ کو یعنی نفس خویش کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ نفس قفل ہے اور رب بقی ہے۔

پہنچنا اور ٹھیکنا۔ اللہ جبرک و تعالیٰ کا ارشاد گراہی ہے کہ "من ہونی ہذا اعمی فہونی لآخرۃ اعمی" (جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہے) لیکن عالموں کے درجات اور مراتب بلند ہیں۔ جو دست بیعت کرتے ہیں۔ اس لئے کبھی بھی صاف دل فقیروں کو حقیر نہ سمجھا جائے۔ ان سے غصہ نہ کیا جائے اسی خاطر میں قرآن نبوی ہے کہ "سید المقوم خادم الفقراء" (سوار قوم دراصل مظلوم فقرا ہوتا ہے)۔ اس حوالے سے پہلے پر دو سوال کیا حیثیت اور بھل ہوتی ہے کہ دم نہ سکیں۔ ان کے مقابلے یا برابری میں آنے والے کے لئے خواری اور پریشانی ہے۔ دونوں عالموں کے لوہار و آلام اس کے شکر ہیں۔

حجاب نیاز۔ بندے اور پروردگار کے باطن نیاز کا پردہ ہے۔ اور اس احوال اور واردات سے اگر کوئی آگاہ ہے تو اس کے لئے دروازہ کھلا ہے اور اگر کوئی نہ آئے تو اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے۔

بندہ اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں ہے۔ کوئی کام اس کی مرضی سے نہیں ہے بلکہ حدیث شریف کے مصداق "فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکیم" حکمت والے رب کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔ اس حیثیت میں بندے پر لازم ہے کہ وہ اپنے تمام کام اور امور اللہ کے سپرد کر دے۔ اور خود بے دخل ہو جائے۔ اسی پس منظر میں اللہ تعالیٰ کا خود فرماتا ہے کہ "وقنوض لمری الی اللہ ان اللہ بصیر بلعباد" (بندہ کہتا ہے کہ میں اپنے تمام امور اللہ کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں اور ان کے افضل پر نظر رکھنے والا ہے)۔

واصل اور عارف۔ پورے ایمان کے ساتھ یہ جان لینا چاہئے کہ رب التوبہ والسلام ہر حال میں بے حس اور بے مثل ہے۔ اور وہ رب القدرۃ فی الامام "لحمی القیوم" اور احد ہے۔ وہ غیر مخلوق بیعت اور صورت میں ہے لیکن اللہ کی وہ صورت خواب یا مراقبہ کی کیفیت اور حالت میں صورت میں آتی ہے۔ وہ صورت محبوب کے دیکھنے سے ہے۔ اگر بندہ جانتا ہے تو ہوشیار ہو۔ اور نور توحید سے اس کے وجود میں ایسی گری اور حدت پیدا ہو کر مر جائے۔

لیکن اس حالت میں بھی اس کی زبان پر مر خاموشی ہی رہے اور پھر اگر دن رات سر بخود

رہے شریعت کا لباس زیب تن رکھے اور چند اور کوشش میں رہے اور بے مثل صورت میں قائم رہنے سے دستبردار ہو تو اسے پھر مشاہدہ حضوری کی اس قدر عظیم نعمت میسر آتی ہے کہ اس کا حد شمار مشکل ہوتا ہے۔ وہی اصل میں واصل اور عارف ہوتا ہے۔ یہ مراتب اور عظمتیں اسم ذاتی حاضرات اور کلمہ کی برکت و رحمت کے اعجاز اور کرشمات ہیں اور کلمہ طیب کا اثر اعجاز برکت اور طریقہ سب تحقیق کے درجہ پر ہیں۔

نفس۔ دل۔ روح۔۔۔ نفس ایک اور اکلئی ہے۔ نفس کا سوال، مقام اور آواز اور احوال اور ہی اور جدا گانہ ہیں۔ قلب کی صدا، احوال اور مقام اور سوال دوسری سچ اور صورت کے ہیں۔ نفس دنیا سے ہے اور اس کا آواز دنیا ہی ہے نفس مقام خواہش میں قید بند ہے اور وہ طالب خواہش ہی رہتا ہے۔

دل کا اور مقام و مرتبہ ہے۔ دل کی آواز ذکر ہے۔ اس کا حال اللہ کی محبت ہے۔ وہ شوق اور فائق سے زندہ ہے وہ باطن میں مقام صفا پر متمکن ہے۔

نفس اور دل کے بعد روح کا بلند ہوا مقام ہے۔ روح کی آواز کلام اللہ یعنی قرآن مجید اور اعلیٰ ہے۔ جمیعت اس کا مقام الہی ہے وہ ہر ایک طبقہ اور گروہ کے معیار و مقام سے معلوم ہے۔ اس روح کا مرتبہ اور درجہ عالی ہے۔

بندے کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کمال اور کس درجہ و مرحلہ پر ہے نفس کا غلام اور بندہ ہے۔ لعل دل میں سے ہے۔ یا پھر وہ لعل روح ہے۔ ہر مقام و مرتبہ کی اپنی لذت ہے لیکن نفس کا بندہ مقام حقارت پر ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔

حالت فنا

صوفیاء کے نزدیک فنا کی کئی اقسام ہیں۔ مثلاً فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ وغیرہ۔

فنا فی الشیخ :- مرید کے یہی تین مراتب ہیں۔ یعنی پہلا مرتبہ فنا فی الشیخ کا ہے۔ اس میں مرید اپنے شیخ کی صورت میں تصور کرتا ہے۔ یوں اس کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ وہ جس بھی طرف دیکھتا ہے اسے ہر طرف شیخ ہی شیخ دکھائی دیتا ہے۔

فنا فی الرسول :- مرید کا وہ سرا درجہ فنا فی الرسول کا ہے۔ اس میں بندہ صورت اسم محمد ﷺ کا تصور کرتا ہے۔ اس تصور خاص میں تصور کرنے والے کو ہر چہ حضور ﷺ کی مجلس ہی دکھائی دیتی ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو اس کی حضوری ہی میں پاتا ہے۔

فنا فی اللہ :- مرید کا تیسرا مراقباتی درجہ فنا فی اللہ ہے۔ اس میں بندہ اسم اللہ کا تصور کرتا ہے اور اس کیفیت میں وہ جس بھی طرف دیکھتا ہے اسے اسم اللہ کی گونگیوں جلیات اور انوار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ دراصل لامکان ہے۔ کیونکہ اللہ ہمارک و تعلق کو کسی مقام یا مکان میں تصور کرنا باعث کفر ہو جاتا ہے بلکہ وہ لامکان ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ قرب کے بھی تین درجے اور مراتب ہیں انہی تین مدارج سے یعنی فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کا حصول ہوتا ہے۔

اصل افضل ہے :- یہ حقیقت بھی جان لینی چاہئے کہ اللہ ہمارک و تعلق نے تمام مخلوقات اور محمدی ﷺ سے پیدا کی ہیں۔ مرشد کے بارے میں یہ ہے کہ وہ کمال ہو جو مرشد پہلے ہی روز وحدانیت کے نور کی صورت میں نہ ڈھل دے اسے مرشد نہیں کہا جاسکتا۔ اصل مرشد وہ ہے کہ جس کی بدولت وہ اپنے مرید کو اسم ذاتی کے تصور سے نفس کو پاکیزگی بخش دے۔ اسے طہارت عطا کرے، مغفلی کی نعمت سے بندے کو نمل کر دے۔ دل کو بھی پاک اور حشر کر دے، روح کو جلیات کا خرگربنا دے۔ یوں جلیات اور انوار باہم مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ اور گویا اس موقع پر حدیث شریف کے مصداق کل شینی بر جمع الیٰ اصنلہ (ہر ایک شے دراصل اپنے اصل ہی کی طرف رجوع کرتی ہے)۔

حضور کی راہ کی ابتداء کا درجہ ثانی الشیخ ہے۔ اور اس کے بعد درمیانی درجہ ثانی اللہ ہے۔ راہِ حضور کی امتیازی منزل ثانی الرسول ہے۔ اس میں شریعت محمدی کی سرپا پسنداری ہے۔ امر معروف اور نہی کرہ کی خلاف ورزی کی اس میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ خلاف ورزی راہِ سلوک میں مردود اور نجیث ہے۔

یہ امر واضح طور پر سمجھ لیتا چاہئے کہ جب طالب حق اپنی طلب کے عروج پر اسم اللہ کے تصور پر تصرف حاصل کر لیتا ہے تو وہ نفس بندے کے دل پر قرار پکڑ لیتا ہے۔ اس کا دل اس جانب کشش کشش متوجہ ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر اللہ کے امر سے اس کے دل کے گرد ایک آتش شعلہ سا نمودار ہو جاتا ہے۔ وہ شعلہ نورانی ہے۔ اور پھر جب طالب خیال میں ہوتا ہے تو وہی جلی حضور ہے۔

وسلوس شیطانی :- طالب کے خیال سے اگر جلی حضور ہو تو وہ دوسرے شیطانی ہے، شیطان اس آگ میں پکارتا ہے کہ اے بندے تو میرا دوست اور ساتھی ہے۔ اور میں تیرا دوست اور ساتھی ہوں۔ اس لئے لب ظاہری و باطنی بندگی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ نئے ایلہی ہے۔ اس موقع پر گمراہ ہونے کے بجائے لاجل و لا قوۃ الا باللہ کی اشد ضرورت ہے۔ شیطان اپنے وسلوس میں ہمیں پر آکٹا نہیں کرتا بلکہ اس کے جھانسنے کئی روپ دکھا لیتے ہیں۔ پہلے وہ ایک لڑکے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور جو ان بن کر دکھائی دیتا ہے۔ آخر میں پوزھا بزرگ بن کر سامنے آتا ہے۔ یہ شیطان کی خباثیں ہیں۔ سب سے آخر میں وہ اپنی شیطانی صورت میں بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور بڑے وثوق کے ساتھ بندے سے مخاطب ہوتا ہے کہ اے بندے یہی تیرے فقیرانہ مراحل اور مرحلے ہیں۔ تو کامل ہو گیا ہے۔ پھر وہی شیطان اس طرح سے اس بندہ خلم کلر کو ہانسی، حل اور مستحیل کی یونہی کئی خبریں بھی دیتا شروع کر دیتا ہے۔ بندے کی یہ گمراہی کی راہ اور کیفیت ہوتی ہے۔

اس شیطانی گمراہی میں بعض سادہ لوح لوگ یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ وہ نفس فقیر ہو گیا ہے اور کشف کے درجے پر پہنچا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ مدارج شیطانی ہیں۔ اور سرا سر جلی بر وسلوس کا ذبہ۔ پس جب بندے پر اس طرح کے وسوسے اور گمبیر کیفیت گزرتے تو اسے لازم ہے کہ لاجل و لا قوۃ الا باللہ سے پناہ مانگے شیطانی صورت فرخ ہو کر رہے گی۔ اور اس کے بعد نورانی صورت کی تجلیات کا ظہور ہو گا لیکن اس وقت کہ جب بندہ اسم اللہ کے ذکر سے مشغول کرے گا۔ یہ تجلیات اور ظہور و انوار حروف اسم اللہ کے عین موافق قرآن و حدیث کی خبر کے مطابق ہو گا۔ اور جو باطل ہے وہ قفل ہے۔ باطل کے بارے ایک حدیث نبوی سے

کہ۔ "کل باطن مخالف بظاہر فهو باطل" (وہ باطن کہ جو ظاہر کے مخالف ہو وہ لازماً باطل اور کذب ہے)۔ لیکن جو حق ہے اور اس پر تو کوئی آئنا و صدقہ کے سوا کچھ کہہ ہی نہیں سکتا۔ ثانی الشیخ کے مدارج و مراتب کا اصل تعلق اسم اللہ اور حضور کے نورانی مشاہدات اور مجلس نبوی علیہ السلام سے ہے۔ اور پھر جو لوگ وسلوس کے ہاٹ شیطان کے نرنے اور چٹنے میں ہیں۔ وہ نفس پرست ہیں۔ غرور کے پتے اور شاید کونہ اور ناقص شیخ کے مرید ہیں۔ ایسے عالی مریدوں کی کثیر تعداد لوگوں میں غفلت رہتی ہے۔ اجاہل اور تجرہ سے ہزاروں میل کی دوری پر یہ لوگ بیٹے ہیں۔

برعکس ان کے جو حقیقی ثانی الشیخ ہیں، وہ روشن خیال اور روشن ضمیر ہیں۔ وہ طالب معرفت اللہ کے لائق ہیں اور مجلس نبوی میں حضور کے بھی محل ہیں۔ ان لوگوں پر "اللہ" کی معرفت کل کر لپٹا رنگ دکھائی ہے۔ اور اس کے ہاٹ ان کے اوصاف میں شریعت کا نغوذ قائم رہتا ہے۔ وہ محلات شرع و شریعت میں محتاط اور باخبر ہو شیار ہوتے ہیں۔

تصور قلبی الشیخ :- ہر طرح کا تصور ہاٹ ایزلود نورانی ہے۔ تصور شیخ کی زیادتی سے بندے کا وجود تجرہ جری حوالوں سے منور ہوتا ہے۔ اس کا ظاہر بھی منور ہوتا ہے اور باطن بھی ایسے بندے میں طم کی تعلیمات عروج کی جانب ہوتی ہے۔ اس طم کو بندے کا عمل تقویت بخشتا ہے۔ اس طرح وہ قرآن، حدیث، فقہ، فرض، سنت واجب اور مستحب کو بلا چون و چرا کیے پاتا اور اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

طم کی یہی صورت کبھی اللہ کے ذکر میں فرق ہونے میں ظاہر ہوتی ہے تو پھر اس مرحلے پر وجود سے ایک صدا سنائی دیتی ہے۔ وہ آواز "سر ہو سر ہو الحق لیس فی اللارین الا ہو" کی ہوتی ہے۔ یہی صورت کبھی ہانسی کو اور کبھی حل کو اور پھر کبھی مستحیل شناس بن جاتی ہے۔ بسا اوقات وہی صورت ہمیشہ طاعت و بندگی میں مصروف رہتی ہے۔ تمام شریعت اور شرع کی پابند اور پاسدار ہوتی ہے۔ خلاف شرع امور اس سے سرزد ہو ہی نہیں سکتے۔ بدعت، کفر اور شرک اس کے سامنے سے بھی لرزناں رہتے ہیں۔

محاسبہ نفس :- پھر اسی صورت میں بندہ اپنے محاسبہ نفس پر متعین ہو جاتا ہے۔ اس کا اپنا ذاتی محاسبہ پیدا کرنا ہوتا ہے۔ وہ اپنے نفس کو جو تازیانے لگاتا ہے وہ متخل بن جاتے ہیں۔ ان میں تہذیب نفس ہوتی ہے۔ وہ نفس پر برستا ہے۔ "لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ" کے کوٹوں سے اسے بڑھل کر کے "من عرف نفسه فقد عرف ربه" کی شہید مد کے بدلے یہ سمجھاتا ہے کہ "من عرف نفسه بافناء فقد عرف ربه بالبقاء" یعنی نفس قفل ہے۔ نفس کا یہی جانا ہے

کہ وہ فنا کے ساتھ ہے اور اپنے رب کا جانا ہی جانتا ہے کہ وہ بتا سے ہے۔“

فانی الشیخ کے مرتبے اور مرتلے پر بندے کی وہ صورت خالص اس کے وجود کے اندر ہی رہتی ہے۔ اس طرح بندے سے سرکشی دور رہتی ہے وہ گناہوں سے تائب رہتا ہے۔ صفائی کی صفت کے بعد وہ نفس کی طاعت کر کے خوشی محسوس کرتا ہے۔ اسے ہر وقت ”صحت برکھم تھو بلی“ کا وعدہ یاد رہتا ہے۔ اس لئے سرکشی کے سایوں سے بھی وہ کوسوں دور رہتا ہے۔ یہ مراتب بھی نفس شہاسی کے ابتداء کی درجے ہیں۔

شیخ کمال کو الہام پیغام سے آوازنا ایک گستاخانہ عمل ہے۔ جو معرفت اور فقر کے پیغام سے خالی اور عاری ہے اس پر سلگی سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔ یہ جان لیں کہ کمال مرشد قرب الہی سے فیض یاب رہتا ہے۔ وہ خدا کی حضور میں منظور و مقبول ہو چکا ہوتا ہے۔ ایسے مرشد کمال کا ہاٹن الوار سے معمور ہوتا ہے۔ وہ شوق فرلوں سے سدا مسور ہی رہتا ہے۔ برعکس اس نے ناقص اور مرشد ناقص بے شرع رہتا ہے۔ اس پر ہدایت کے اثرات اظہار نہیں پاتے، سراسر وہ تو اہل بدعت میں سے ہوتا ہے۔ ایسے معیار اور مقام دلا مرشد کسی کلم کا نہیں ہوتا نہ وہ اپنے لائق ہے اور نہ کسی دوسرے کے لائق۔ بلکہ اس کی شکل و صورت ہی ناپسندیدہ اور قبیح اور قشطنہ ہوتی ہے۔ بے فیض اور بے اثر۔

اور لوہر یہ کیفیت ہے کہ اگر صاحب فانی الشیخ بھول کر گنہ کی طرف مائل بھی ہو تو صورت خاص اس کو باز رکھتی ہے، ارتکاب سے روکتی ہے۔ اس طرح وہ گنہ سے بچا رہتا ہے۔ حرص۔ جذبات اور شہوات سے وہی صورت اسے روکتی ہے۔ ان امور پر اس بندے کو قبضہ اور انضباط بخش دیتی ہے۔ اگر وہی بندہ محو خواب ہو تو وہی خاص صورت تفتیش ایزدی سے اس بندے کو بیدار کر کے اس کا ہاتھ تھام کر اسے ”الا اللہ“ کی توحیدی موجوں میں غرق کر دیتی ہے اور اگر وہ بندہ مراقبہ کرے تو وہی صورت اسے مجلس محمدی میں لے جاتی ہے، اور دیگر مراتب و مناصب سے متصف کرائی چلی جاتی ہے۔ اور پھر ایسے شخص کا ہاٹن نہایت صاف ہوتا ہے۔ ایسے لوگ صورت خاص کے باعث خود بھی خاص ہی ہوتے ہیں۔

اس صورت خاص میں وہ خاص کہ جو متبعت ہدایت میں ہوتے ہیں۔ مدام یہ نتیجہ گزارتے ہیں۔

سبحان اللہ والحمد لله ولا اله الا الله والله أكبر ○ ولا حول ولا قوة الا بالله العلیٰ العظیم۔
سبحان ذی الملک والملكوت سبحان ذی العزت والعظمتہ والعیینہ والقدرة والکبریاہ
والجبروت سبحان الله الملك الحی الذی لا ینام ولا یموت سبح قنوس ربنا ورب

الملكوتہ والروح۔“

وہ خاص صورت اپنی سلطنت میں بے مثل بلکہ حاتم سے بھی افضل ہوتی ہے۔ اس کا ہاٹن صفا ہوتا ہے۔ طہارت زندہ پاک۔ اور اس کے بعد فانی الشیخ کا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ جب اللہ کا طالب اپنے شیخ کی صورت کا بے ہاٹن تصور کرتا ہے تو اس کے شیخ کی صورت اسی لمحہ وہیں آ کر طالب کا ہاتھ تھام لیتی ہے۔ پھر فوراً ہی طالب کو مجلس محمدی علیہ السلام میں لے جاتی ہے۔ ایسا ہی شخص ”سبھی دیمیت“ کے درجے پر ہوتا ہے۔

مقام فانی الرسول :- اور یہ جان لو کہ فانی الرسول یہ ہے کہ جب اور جس وقت نبی مرتبت حضرت محمد علیہ السلام کی روح مبارک اور اصحاب کبار کی ارواح مبارک پیوی کرم نوازی اور شفقت و مہربانی سے تشریف فرما ہوتی ہیں۔ تو حضور نبی اکرم علیہ السلام اس صاحب تصور سے فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ پکڑو۔ اس اذن و رتبہ پر بندہ جس وقت آپ کا دست مبارک پکڑتا ہے تو اسے اسی لمحے معرفت الہی کا حصول ہو جاتا ہے۔ اس کا ضمیر ضیا اور روشنی سے مستیر ہو جاتا ہے۔ اس پر رشد و ہدایت اپنا اثر دکھاتی ہے۔

بیان ہے کہ اس مبارک اور سعید ساعت میں حضور نبی اکرم علیہ السلام مکمل مہربانی سے خود اپنی زبان مبارک سے تصور کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔ یوں وہ بندہ جو بیعت کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے دست رسالت پر بیعت ہوتا ہے۔ اسی موقع پر ارشاد باری ہے کہ (اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے)۔

ان لوگوں پر تعجب اور حیرت ہے کہ جو ایسے بطور مواقع کے بلوغ اللہ کی معرفت کے تصور سے محروم رہتے ہیں۔ اور یہ بد قسمتی ہے ان لوگوں کی کہ جو معرفت الہی کے نور سے باطنی لذت حاصل کرنے سے دور رہتے ہیں۔ اس نعمت سے محروم ہونے کے بلوغ وہ غیر اللہ کے خیالات میں محو اور غلطی رہتے ہیں۔ ہر صورت معرفت الہی عظمت الہی ہے۔

مقام فانی اللہ :- فانی اللہ کے مقام سے عرف عام میں مراد یہ ہے کہ جو بندہ اسم اللہ کا ورد کرے، تو اسم اللہ کی تاثیر اس بندے کو اللہ کی معرفت عظیم بخشتی ہے ہموائے اللہ ہر طرح کا غیر اس کے دل سے اس کی تاثیر سے دور بہت دور چلا جاتا ہے۔ جو فانی اللہ کے مقام عظیم پر پہنچتا ہے، وہ توحید معرفت الہی کے دریائے توحیدی سے جام نوش کرتا چلا جاتا ہے۔ ایسے عارف کا سر سے پاؤں تک کالیس سراپا شرع اور شریعت ہوتا ہے۔ شرعی احکام اور امور کی بجا آوری میں اس سے سوہوی نہیں سکتا۔

معرفت الہی اور مقام ثانی اللہ یہ ہے کہ جو ایک ہل برابر بھی معرفت الہی کو دیکھ لیتا ہے اس کی سرشاری میں وہ اس قدر غمور ہوتا ہے کہ وہ کسی سے اس کا بیان بھی نہیں کر سکتا۔ جاہلوں کے سامنے وہ گونگا اور بہرہ ہو جاتا ہے۔ اس سرشاری میں وہ جوش و خروش میں نہیں آتا اور لاف زنی سے کبھی کام نہیں لیتا۔ بلکہ۔

ہاتھوں خورش را از خلق پوش
مارقے کے پسند خود فروش

ایسے صاحب دل لوگوں کا شیوہ یہ ہو جاتا ہے کہ ”وہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے اپنے آپ کو اپنی بساط بھر کر شش چھپائے ہی رہتے ہیں۔ یہ عارف اور معرفت کے مقام پر متمکن لوگ نمود و نمائش اور اظہار و چرچہ کو کب پسند کرتے ہیں۔“

باب ۵

مجلس محمدی

رفعت و عظمت :- مجلس محمدی ﷺ ایک بہت عظمت و رفعت والا مقام ہے۔ یہ عطا ہے رب جلیل کی طرف سے اپنے خاص بندوں کے لئے۔ اس مجلس میں داخل ہونے کے کچھ قریبے اور اولاب ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جب طالب کے دل پر اسم اللہ کے تصور کا نقش اچھی طرح پختہ ہو جائے تو دیگر مراحل پھر شروع ہوتے ہیں۔ اسم اللہ کے تصور سے تصور قرار اور سکونت پکڑتا ہے اور قرار کے باعث باطن میں اسم اللہ درست اور راست ہوتا ہے۔ اس موقع پر اسم اللہ ایک طرح سے منور ہو جاتا ہے اور اس میں سے مانند آئینہ انوار نکلنے لگتے ہیں۔ اس نورانی ماحول میں بندہ نور کی تجلیات کے جلو میں وسوسے شیطانی اور ظلمات کے خدشات اور گمراہی کی گھاٹیوں سے بہت دور نکل جاتا ہے۔

یہ ایک خاص موقع اور مقام ہوتا ہے۔ اس موقع پر مرشد کے لئے لازم ہے کہ وہ طالب سے کہے کہ اسم اللہ باطنی کے تصور سے اور فکر سے اپنے دل کے ارد گرد توجہ کرے۔ اور پھر اس سے دریافت کرے کہ کیا دکھائی دے رہا ہے۔ اس وقت اگر طالب اپنی رویت میں غرق باطن ہو چکا ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ طالب کا باطن روشن اور منور ہو چکا ہے اور باطن میں معرفت الہی کا نور کلی طور پر موجزن ہو چکا ہے۔ لیکن مرشد کے اس بلائے پر اگر طالب باطن میں باشعور ہے تو ابھی اس پر وہ مقام نہیں آیا۔ اس لئے مرشد اسے دوبارہ دل کے ارد گرد وسیع میدان کے اندر دیکھنے کے لئے کہتا ہے۔ وہ بہت بڑا میدان ہے۔ اس لئے طالب یہاں پر اسم اللہ کے باعث دل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہیں پر مرشد مزید ہدایت دیتا ہے کہ دیکھے کہ اس میدان میں ایک روئے کا مقام ہے، ایک گنبد ہے۔ اور اس روئے کے دو دروازے پر کلمہ طیب لکھا ہوا ہے۔ لاله الا اللہ محمد رسول اللہ رقم ہے۔ مزید توجہ اور فکر سے مکمل کیا جاتا ہے تو طالب بھی دھیرے سے روئے کے اندر چلا جائے۔ وہاں پر اسے مجلس محمدی ﷺ دکھائی دیتی ہے۔ وہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس مجلس خاص میں قرآن و حدیث کا ذکر تو کرا ہوتا ہوا محسوس کیا جائے گا۔ اسی مقام پر طالب کو مغموم ہو جاتا ہے کہ یہی مجلس محمدی ﷺ ہے۔ اور یہی وہ خاص مقام علی ہے جہاں بندہ پہنچ گیا ہے۔

جلس محمدی ﷺ ایک برکت اور فضائل بجز اور اس ہے۔ اس سے بندے کو کو عالمی منتقلات حاصل ہوتے ہیں۔ اس میں پہلا مقام ازل ہے۔ یعنی ہمیشہ سے برقرار ہے ابتدا اور ہوا۔ دو سراسر مقام بعد ہے آئندہ کی جنگی کا مقام کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ پھر تیسرا مقام دنیا ہے یعنی مقام حرم عہدہ میں مرفوعہ تقدس کی مجلس خاص۔ اور دو سراسر کعبت اللہ۔ دو مقام آسمانوں پر ہیں یعنی حضور کی مجلس عرش۔

دریائے توحید مطلق :- لیکن کمال بقیر وہ ہوتا ہے جو محبت مجلس محمدی ﷺ سے ہی فیض یاب رہے اور دریائے توحید کے نظاروں میں مشغول رہے۔ یہ دریائے توحید مطلق ہوتا ہے۔ اور اس دریا میں نور الہی کی موجیں ہوتی ہیں۔ ایک مجلس محمدی ﷺ لامکان میں بھی ہے۔ اس کی مثل کسی مکانی شے سے دی ہی نہیں جاسکتی۔ یہ مجلس عظیم کلمہ طیب کے ذکر غیر سے حاصل ہوتی ہے۔ ایسا صاحب تصور ہمیشہ ذکر و فکر الہی میں محو اور مشغول رہتا ہے۔ اس کی یہ مشغولیت اس درجے پر ہوتی ہے کہ گویا وہ ایک طرح سے مردہ ہے۔ یہ مجلس محمدی کے مراقبہ کا ثمر ہے اور یہاں ظاہر و باطن ایک ہو جاتا ہے تو بندہ کمال عارف باللہ کے درجے پر پہنچ جاتا ہے۔

اس حقیقت کو مان لینا چاہئے کہ کالمین کے لئے مجلس محمدی کا نور الہی وجود ہر جگہ اور ہر مقام پر آفتاب کی طرح روشن رہتا ہے۔ اور بندہ اس مجلس میں ایک ذرے کے صدق ہے۔ لیکن وہ ذرہ جو ستہ ہے جدا ہرگز نہیں ہے۔ یہ ذرہ بھی ایک اہم اکلنی ہوتا ہے۔ ممکن ہے اس وقت آفتاب اس ذرے کی برکت سے متور و تاباں ہو۔

جلس محمدی ایک افضل و اعلیٰ مقام اور درجہ ہے۔ طالب اگر اپنے طور پر ظاہر میں چاہے کتنا ہی درد و دغائے میں لگا رہے وہ باطن میں خود کبھی مجلس محمدی ﷺ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ بشرطیکہ جب تک کوئی مرشد اس کی خاطر خواہ رہنمائی نہ کرے۔ بلکہ کمال مرشد کی رہنمائی میں تو طالب کو یہ مجلس محمدی ایک لمحہ میں ہی حاصل ہو جاتی ہے اور وہ طالب واصل باللہ ہو جاتا ہے۔

پیروی کیا ہے :- تصوف کی دنیا میں ایک خاص مقام پر امت کا مطلب تقلید اور پیروی ہوتا ہے اور پھر یہاں پر اس پیروی کا مطلب یہ بنتا ہے کہ عالی مرتبت حضرت محمد ﷺ کے نقش و قدم پر دم بہ دم چلا جائے۔ اس صحبت کے لئے ضروری ہے کہ بندہ اپنے آپ کو مجلس محمدی ﷺ میں پہنچائے لیکن حیرت اور تعجب ہے ان لوگوں پر کہ مجلس نبوی کی حضور سے دور رہتے ہیں اور اس راہ لذت و انبساط سے گریز نہیں کرتے ہیں لوگ عارف باللہ حضرت سے یہ راہ کیوں

طلب نہیں کرتے اور اللہ کی معرفت والے مقرب اور خاص مقام، مرتبہ کے حامل ہوتے ہیں۔ ہا حضرت رسول اکرم ﷺ کے محبوب ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو اس بلب نہیں آتے وہ محرابے میں ہیں۔ وہ جو حضور کی راہ پر نہیں آتے وہ چاہے مومن مسلمان فقیر، درویش، عالم، فقیہ، کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ ان کی تقلید اور پیروی روا نہیں ہے وہ تو خود راہ گم کردہ ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ مجلس محمدی کی حضور کی ہر طرح کی دشمنی و بددلت کارا زہ عقلی اور بیدار نعلی ہے اس سر میں راز ہی راز ہیں۔ بددلت در بددلت کا اس میں ایک مربوط سلسلہ ہے۔ یہ مجلس اس حدیث کے صدق ہے کہ من رانی فقا۔ رانی الحق ان الشیطان لا یتمش لہ یعنی جس نے مجھے حضور ﷺ کو دیکھ لیا اس نے گویا اپنے رب حق کو دیکھ لیا اور یہ جان لو کہ شیطان کی یہ جرات نہیں کہ وہ کبھی ہماری صورت میں ظاہر ہو سکتا۔

جلس محمدی ﷺ کی حضور ایک افضل مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ پر اگر کوئی شخص باطن میں کسی دینی کام یا امر کے لئے اتناں کرے تو اس اتناں کی حیثیت علم کی سی ہے۔ ضروری ہے کہ اس وقت اس کے لئے فاتحہ خیر کی جائے یقیناً وہ کام درست اور ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی ایک حکمت ہوتی ہے۔ ایسے طالب کو بیان لینا چاہئے کہ وہ ابھی اپنے درجہ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ اس کے متعدد مراحل اور ترقی ابھی باقی ہے۔ اس کی بدستور ترقی کی محتاجات موجود ہوتی ہے ممکن ہے ایسے طالب کے لئے کئی ایک مشکل مقام بھی آجائیں لیکن یہ باطن اللہ ببارک و تعالیٰ اس نعم الہدیل بخشا ہے جس سے وہ طالب یقیناً خوش ہو جاتا ہے اور اسے اطمینان بجز آتا ہے۔

نعم الہدیل کا فضل :- نعم الہدیل سے فیض یابی بھی ایک خوش سخن مرحلہ ہے لیکن یہاں پر اگر طالب بے صبر ہو اور جنہات کا مظاہرہ کرے اور دنیاوی مراءوں میں کو مجلس محمدی میں طلب کرے تو وہ تلافی گردانا جاتا ہے۔ ایسے طالب کو دنیا کی طلب کے خوالے سے مجلس سے نکل بھی دیا جاسکتا ہے یا اسے ازل مرتبہ دے کر تزل آشنا کیا جاسکتا ہے لیکن برخلاف اس کے کہ جس طالب کا ظاہر اور باطن یکساں ہو جاتے وہی مقام ترقی پر ہے۔ اور اس کا شکر رہتا ہے اور جو پھر توحید میں آجائے تو اس کے لئے توحیدی دروازہ کھل جاتا ہے لیکن اسے بھی مجلس محمدی ﷺ ہی کا نام دیا جاتا ہے۔

مقاومت و مدارج :- مجلس محمدی ﷺ کے دیگر اہم منتقلات کئی مدارج کے حسب سے ہیں۔ یہ مجلس محمدی درجہ بہ درجہ اور مقام بہ مقام تمام ہوتی ہے۔ پہلے بیان کردہ منتقلات کے بعد دیگر

مقلات یوں ہیں۔

روضہ مبارک کا حرم یعنی مقام بندہ۔

خانہ کعبہ یا حرم خاند کعبہ یا جنبل عرق کا مقام۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں پر دعائے حج کی ایک قبولیت تک پہنچتی ہے اور حاضری مقبول ہوتی ہے۔

مقام ہلائے عرش مقام قاب قوسین مقام ہشت۔ اس مقام ہشت پر بندہ جو کچھ کھانا پینا ہے اسے تمام عمر کی بھوک پیاس سے سیری نصیب ہو جاتی ہے اور غیب کے غلبے سے بھی اسے آزادی مل جاتی ہے۔

مقام حوض کوثر۔ یہ وہ بلند مقام ہے کہ جہاں پر حضور نبی اکرم ﷺ خود حوض کوثر پر کھڑے ہو کر اپنے دست مبارک سے جام شرب طہور اپنے کے لیے دے رہے ہیں۔ جب طالب یہ جام نوش جہاں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ترک، توکل، توحید، تجرید، تفرید اور تفتیح جنتی کی نعمتوں اور لوصاف سے سرفراز فرماتا ہے۔

سب سے آخر میں مقام مشرب دیدار حق ہے یہاں پر اور الہی میں غرق ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ بندے کی فنا کے بعد بھا ہے۔ یہی انتہائے معرفت ہے۔ مجلس محمدی کی حضوری کا یہی تو سب سے عظیم انعام ہے۔

لیکن بدبختی اس طالب کے لیے ہے کہ جو مجلس محمدی کے ان نو مقلات اور مجالس میں بھی حضور نبی اکرم ﷺ سے محض دنیا یا لہل دنیا کے مطالب اور اغراض طلب کرتا ہے۔ ایسا فرد ذوال میں چلا جاتا ہے وہ مردود ہو کر رہ جاتا ہے۔

مجلس محمدی ﷺ کے مدعا و متسا کے باعث طالب جب ان نو مقلات و مراتب کو پالیتا ہے تو وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کی روح راحت و سکون پاتی ہے اس کا نفس نیست و نبود ہو کر فنا سے ہلکا ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کیفیت کی لذت اور وجدانی انبساط اللہ جسے نصیب کرے۔

بندہ یا تاثیر۔ جو غرض مجلس محمدی میں داخل ہو جاتا ہے اس کے وجود میں سے چار طرح کی تاثیریں ظاہر ہوتی ہیں۔

اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نظری تاثیر۔ اس کے باعث غرور، کبر اور فتن کا قلع تبق ہوتا ہے۔ بندہ کے وجود میں صدق و صفایا ہوتا ہے۔

دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نظری تاثیر۔ اس سے بندے کے وجود میں عدل و محاسبہ نفس کی کیفیت پیدا ہوتی ہے یوں حرص و ہوا اور ہر طرح کے خطرات و خدشات وجود سے کوچ کر

جالتے ہیں۔

سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نظری تاثیر۔ اس کے باعث وجود میں امتحا کا لوب اور حیاء پیدا ہوتے ہیں۔ سرکشی اور بے لوبی اس وجود کو چھوڑ کر کہیں اور ٹھکانہ کر لیتی ہیں۔

چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظری تاثیر۔ اس کے باعث وجود میں علم ہدایت نظر اور تقویٰ موجزن ہو جاتا ہے جمالت اور دنیا کی طلب و محبت ختم ہو جاتی ہے اور بندہ کا وجود لائق تلقین ہو جاتا ہے۔

ان اہم تاثیروں اور مراتب کے بعد رسول اکرم ﷺ طالب کو خود بیعت کرتے ہیں۔ وہ کئی مرشد مراتب سے فیض یاب ہو جاتا ہے۔ وہ یوں مجلس محمدی ﷺ کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے بلکہ مجلس محمدی ہی بذات خود ایک کسوٹی ہے۔ پھر بعض طالب خود دیدار محمدی اور انوار مصطفائی سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ صدق و معائن کے لیے انصافت ہیں ترک دنیا کے بعد توکل ان کا اسلحہ بن جاتا ہے مجلس محمدی میں دوام حاضری سے وہ فرق فی التوحید ہو جاتے ہیں یوں انھیں تمام مطالب حاصل ہو کر رہتے ہیں۔ یہ بندہ یا تاثیر ہے اس میں عزم و حوصلہ مجلس محمدی کی حضوری کے باعث پیدا ہوا ہے۔

اور یہاں پر بھی بعض لوگ جو ہر طرح کی تاثیر کے سامنے بچنے کھڑے کے ہاند ہیں وہ کلوب ہیں۔ دنیا دار قسم کے دنیا کے طالب مجلس محمدی میں وہ منتہی ہیں۔ اس لیے ان کا ذکر ازکار درود و وظائف ریا کاری ہے وہ اپنے فتن کے سبب احادیث کے حوالے سے رائدہ مجلس محمدی یعنی مرتد اور مردود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس صورت سے بچائے۔

مقام بے نوائی :- جن طالبین پر اس مجلس محمدی کے نیک احوال کیفیات خوش کن اور فضائل و انوار وجودی اعتبار اپنا اثر دکھاتے ہیں وہ طالبین تائبانے سے گویا اکسیر بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو مجلس محمدی کی کشش ان کے اپنے ذوق و شوق کے باعث انھیں اپنے قبضے میں رکھتی ہے۔ معرفت اور وصل ان کا مقدر بنا رہتا ہے۔ رضائے مصطفائی ان پر اپنا سرچ اثر دکھاتی ہے۔ ہنسا نگلی ہم کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ سب ظاہری و باطنی مراتب بندے پر عیاں رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ درجہ عارف باللہ پر ہوتا ہے یہ وہ مقام عظیم ہے جس پر بندہ خود پر سوال کے سوال کی خجالت سے بچا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ دعا کے لیے بھی ہاتھ نہیں اٹھاتا اس عمل میں بھی وہ عداوت اور شرم محسوس کرتا ہے حیا اس کے آڑے آتی ہے۔ اب وہ مقام اتہاس سے بلند و بالا ہوتا ہے لہل حضور ہر طرح کی اتہاس سے بلا ہو جاتے ہیں۔ اعتبار مطلب کشف و کرامات سب اس سے زیریں ہیں۔ وہ ان استفسارات سے حیا کے باعث استغفار کرتا رہتا ہے کیونکہ

حضوری والوں کو تو خود کشف و کرامت حاصل ہوتی ہیں۔

مجلس محمدی علیہ السلام میں حضور پانے والے ہمہ وقت اسم ذات پر نظر رکھتے ہیں۔ حضور کے ہاٹ ایسے لوگوں کے لیے کچھ بھی امر محل نہیں رہتا۔ کوئی مشکل سد رو نہیں جتی بلکہ ہر مشکل محض خیال کرنے سے ہی ختم ہو جاتی ہے۔ ہر طرح کا ظاہر اور باطن ان پر آشکار ہو رہا ہے خیال میں آجانے والا امر بھی ان کے سامنے ہو کر رہتا ہے۔

لال حضور کا دل سد انور کے فکر میں غرق رہتا ہے۔ یہی اس کی پہچان ہے۔ باطن و لالا عارف باللہ حضور ہی میں ہر وقت کیفیت استخراق میں ہوتا ہے۔ اس پر اللہ کا ذکر جاری رہتا ہے۔ اس کا شوق فزوں اسے بیٹھ خوشی اور مسرت سے ہنستا رکھتا ہے۔ اس کا ابتدائی مرتبہ مومن ہوتا ہے کیونکہ مومنین کا ہر مرتبہ مومن ہی ہے۔

عالم علماء :- یہ مان لینا چاہئے کہ وہ علماء جو عامل بھی ہیں یا ان کے باوقار شاگردوں کو حضور نبی اکرم علیہ السلام اکثر اپنے دیدار پر انوار سے شرف فرماتے رہتے ہیں۔ یہ دیدار ہر جمعرات ہر ماہ یا سال بہ سال بھی ہو سکتا ہے۔ اس دیدار کی بعض کو خبر ہوتی ہے اور بعض کو خبر نہیں بھی ہوتی۔ اسی لیے لازم ہے کہ علماء اور حفاظ کرام کو قرآن کا لوب محلوظ رکھنا چاہئے۔

لال معرفت اور صاحب قرب و مشاہدہ کا جو درجہ اور رتبہ ہے وہ بے مثل ہوتا ہے۔ انوار محمدی کے ہاٹ ایسے لوگ صحبت محمدی میں خاص الخاص حیثیت حاصل کر لیتے ہیں۔ ایسے خاص الخاص بزرگوں کی سات نشانیوں ہیں۔

۱۔ ایسے بزرگان کے وجود معطر ہوتے ہیں اور اثر وہ نفع خوشبو بھی بنے رہتے ہیں۔ ان کے وجود کی خوشبو کستوری سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے۔ وہ جس نبی آخر الزمان کی مجلس کی حضوری میں ہوتے ہیں ان میں تو نفس مارا تھا ہی نہیں۔ طبع اور خواہش بھی مفقود تھی آنحضرت بیٹھ فانی اللہ اور عالم استخراق میں رہتے تھے آپ کے وجود کو امری طور پر اللہ تعالیٰ نے شجرہ انور سے ڈھلا تھا۔ حضور نبی اکرم علیہ السلام کے وجود کی خوشبو تمام عالم میں مشہور ہے۔ اس لیے مجلس محمدی کے اثر سے خاص الخاص بندے بھی اس خوشبو سے معطر رہتے ہیں۔

۲۔ خاص الخاص بندے اپنے ظاہر و باطن میں غنا کے عروج پر ہی رہتے ہیں۔ دل غنا کی دولت سے معمور رہتا ہے۔

۳۔ ہر بات وہ لوگ قرآن و حدیث کے موافق کرتے ہیں۔

۴۔ لباس شرع ان لوگوں کا شیوہ انبی ہے۔

۵۔ سنت اور جماعت کو وہ اپنے اوپر لازم جانتے ہیں۔

۶۔ مسلمانوں کا قائمہ ہی ان کا مدعا اور مٹا ہوتا ہے۔

۷۔ اپنی سہولت میں ایسے لوگ بے مثل رہتے ہیں اور ظاہر میں وہ لوگوں سے ہم کلام ہوتے ہیں لیکن بہ باطن فانی اللہ کی وحدت میں وہ غرق ہوتے ہیں۔

ان خاص الخاص طالبین کو جو مراتب اور فضائل مجلس محمدی علیہ السلام کی حضوری کے ہاٹ اللہ تعالیٰ عنایت فرماتا ہے ان کا بیان مشکل ہے!

ہا ہو ر کرا از و کشاید چشم نور

شد حضوری نے اللہ یا خدا

عرش و کرسی در دل لوست لوح و قلم

ہر کہ دل رلیافت آں رانیت عم

اے ہا ہو جس شخص کو اس اللہ کی طرف سے نور حاصل ہو جائے وہ فنا کے ساتھ حضوری میں فانی اللہ ہو جاتا ہے۔ ہر حوالے سے عرش و کرسی اور لوح و قلم سب اس بندہ طالب حق کے دل میں ہے۔ جو اسے پالیتا ہے وہ ہر طرح کے غم و اہمہ سے پاک ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

دعوت اور علم دعوت

قبول پر بعض مقاصد کی خاطر دعوت پڑھنے کے سلسلے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس عمل میں ادرولح مبارکہ کا نزول ہوتا ہے۔ دعوت پڑھنے والے کے تصرف میں ادرولح آجاتی ہیں۔ جو وحدت کی توجہ کے ساتھ یہ عمل سرانجام دیتا ہے تو تمام لوہائے اللہ اور مومنوں کی ادرولح اس بندے کے ارد گرد احاطہ سا بنا لیتی ہیں۔ یوں وہ بندہ اللہ کی مدد سے ایک ایک قدم پر مشرق و مغرب کو اپنے قبضے میں کرنا چلا جاتا ہے۔ اس موقع پر عامل مستجاب اللہ دعوت بن جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص دعوت کے دوران میں اسم محمد ﷺ کے تصور میں رہے تو اس وقت رسول اکرم ﷺ خود اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ دعوت کے عامل کے گرد ایک ہالہ بنا لیتے ہیں اور آیات قرآن کا اس کے گرد اس کی مدد اور استعانت کے لیے ورد شروع ہو جاتا ہے۔ ایسی دعوت ساری عمر میں ایک بار ہی کافی دشمنی ہوتی ہے۔

شرح دعوت :- شرح دعوت وہ دعوت ہوتی ہے کہ جس کے پڑھنے کے بعد ہزاروں دشمن اور کفار اور گمراہ لوگ حیرت و غیرت میں آجاتے ہیں اور ان کے احوال ہی بدل کر رہ جاتے ہیں۔ اس حالت میں یہ تمام لوگ دست بند حاضر ہو جاتے ہیں اور پھر بخوشی دین اسلام کو قبول کر لیتے ہیں۔

اسم محمد اور قرآن مجید پڑھنے سے تمام عدد اور حاسد ایک طرح سے اندھے ہی ہو جاتے ہیں اور پھر صلح کے طالب ہو کر پیش ہو جاتے ہیں اور وہ جب حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ایک بار پھر بیٹائی بخش دیتا ہے اور وہ اسے دل و جان سے مان لیتے ہیں۔ یہ وہ دعوت ہے کہ اس میں قرآن مجید پڑھنے سے تمام بد خواہ اور دشمن دیوانے ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے آپ سے باہر ہونے لگتے ہیں۔ انہیں گھریا اور بول چال کا بھی ہوش نہیں رہتا بلکہ بولنے پر تو ان کی قدرت ہی نہیں رہتی۔ حیران و پریشان بد حال سے یہ لوگ صاحب دعوت کی صورت دیکھے بغیر اپنی اصلی حالت میں آ نہیں سکتے۔ اسی طرح یہ وہ دعوت ہے کہ جس میں قرآن مجید پڑھنے کے اعجاز میں تمام جن انسان اور ملائک اور موکل تصرف اور قبضے میں ہو جاتے ہیں اور اس کے باعث یہ مخلوقات دنیا جہاں کے تمام پوشیدہ خزانوں کو نکال کر لاسکتی ہیں اور ہر طرح انہیں چھپا کر رکھنے کے لیے مستعد اور ہوشیار دکھائی دیتی ہیں۔ اس کے سبب سے مشرق سے لے کر مغرب تکہ کے تمام

سکھراؤں، حاکم اور بادشاہ، نظام، مرید اور تلامذہ فرما کر ہونے میں سعادت سمجھنے لگتے ہیں۔ اس دعوت میں اگر اسم اعظم کا ورد کر کے پھر یہ بھی دم کر دیا جائے تو وہ سونا چاندی بن جاتے اور سب پر درود و تحائف جاری ہو جاتے ہیں۔ موکل اور ملائک فرمایا واری میں آجاتے ہیں اور اللہ کا کلام جسم و جان میں اپنا اثر و تسلا دکھانے لگتا ہے جسم و جان تقویت حاصل کرتے ہیں اور دل سکون اور طمانیت و جمعیت کی نعمتوں سے بہرہ یاب ہو جاتا ہے اور پھر تمام مخلوق ایسے حال کی طرف رجوع کرنے لگتی ہے۔ ایسا حال مجلس محمدی ﷺ سے فیض یاب رہتا ہے۔ اس کے سامنے کوئی مشکل مشکل نہیں رہتی اور کوئی حزن و غم اور پریشانی اس کے سدا راہ نہیں آسکتی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام خزانے اس کے تصرف میں دے دیتا ہے۔

طریقہ دعوت :- دعوت کا طریقہ یہ ہے کہ سب طہارت حاصل کی جائے۔ پہلے وضو کیا جائے اور پھر مکمل غسل۔ کسی جگہ بیٹے میں جا کر رت یا مٹی پر حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کی شکل بنائی جائے اور پھر ارد گرد روضہ مبارک کا نمونہ بنایا جائے اور مرتد کے لوہر اپنی انگلی سے خوش خط انداز میں محمد بن عبد اللہ ﷺ لکھا جائے۔ پھر دعوت شروع کرنے سے پہلے ان اللہ و ملکہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما اس آیت قرآنی کے بعد تمین بار کہہ کر یا محمد بن عبد اللہ اللہ کے واسطے حاضر ہوں۔ بلاشبہ اتنا کہنے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک ضرور تشریف فرما ہوگی۔ اس کے بعد سورہ ملک یا سورہ منزل یا سورہ یسین یا سورہ انا فتحنا پر پڑھی جائے اس کے بعد نودفہ کلہ طیبہ کی ضرب دل پر لگائی جائے۔ بعد اس کے درود اور لا حول و لا قوۃ بکما پڑھی جائے پھر آنکھیں بند کر کے حالت مراقبہ میں جایا جائے۔ یہاں تک کہ حالت بیداری اور خواب ایک کیفیت میں ہو جائے۔ بتایا جاتا ہے کہ اس موقع پر حضرت محمد ﷺ اپنے صحابہ کرام کے جلو میں تشریف فرما ہوتے ہیں اور اس دعوت کے عامل کو ہاتھ پتھر کرکڑا کر دیتے ہیں۔ اور پھر اس کے ہر دم کو سر فرما دیتے ہیں۔ یہ دعوت نقلی گوار یا تبقیہ رہنر ہوتی ہے۔ روضہ مبارک کا نقش بنانے کا طریقہ ذیل میں درج ہے۔

ادرولح اور اہل حضور :- اسی طرح جب دعوت کرنے والا کسی دلی اللہ کی قبر پر جائے تو بھی اس پر لازم ہے کہ سب سے پہلے با وضو ہو کر دو لعل ادا کرے۔ اس کے بعد مرتد کے قریب ہی براجمان ہو کر سورہ ملک یا سورہ یسین یا سورہ منزل پڑھے یا قرآن مجید میں سے جو کچھ بھی حفظ اور یاد ہو وہی پڑھے۔ اسی دوران میں قلبی طور پر روحانیت کی جانب توجہ کرے اس دعوت کو پڑھنے والا غالب ہو جاتا ہے اور روحانی دست بستہ ہو کر تلاوت کلام پاک سنتے رہتے

ہیں۔ اور اگر دعوت پڑھنے والا ذرا ناقص ہے تو اس صورت میں روحانی اس کے مقابل ایک ہاتھ یا ہاتھ کے قاصدے پر بائوب نشست کر کے کلام الہی کو سنتا رہتا ہے لیکن دعوت پڑھنے والا بدستور روحانی کو اپنی قید اور قبضہ میں لانا چلا جاتا ہے۔ یہ ایک طرح کی دائمی قید ہوتی ہے۔ اس کے بعد روحانی اس عامل کے تمام قبضہ و قدرت میں رہتا ہے۔ اس کی ہر صدا پر حاضر اور شہدہ رہتا ہے۔

صاحب باطن اور عارف باطن کی روحانی طاقت اور قدرت اس قدر توفیق لیزدی سے فریب ہوتی ہے کہ تمام جن بشر اور فرشتے اور تمام روئے زمین کی چیزیں اس کی رسائی میں ہوتی ہیں ہر چیز پر اس کا غلبہ ہوتا ہے۔

اگر صاحب دعوت اس دعوت کو طریقے اور سلیقے کے ساتھ بہتر تہیب پڑے تو تمام انبیاء اولیائے کرام، اصحاب، غوث، قطب، شہداء، ابدال، لولہ، نقیر، درویش، عارف، واصل، مومن، مسلمان جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور پر نور ﷺ تک ہوئے ہیں، سب جو قیامت تک ہوں گے ان بزرگان عظام کی ارواح مبارکہ اس کے گرد صف پاندہ کر اسے سنتی رہتی ہیں۔ صاحب دعوت سب کے ساتھ مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے ان بزرگوں کی مجلس میں اسے طاقت نصیب ہوتی ہے۔ ایسی ہمہ جہت اور بڑی دعوت زندگی میں صرف ایک بار بھی کئی ہوتی ہے۔

دعوت کو بغیر ترتیب و قرینہ پڑھنے اور لوا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس طرح کے اپنے بے سلیقہ عمل سے جو بندہ لال قوم کو ناحق تکلیف میں مبتلا کرتا ہے ارواح اور لال حضور ایسے عامل ناقص سے نکلاں ہوتے ہیں۔ اس بندے کی دنیا اور آخرت خراب ہو کر رہ جاتی ہے۔

تنگی تواریخ یا تنج برہد کی دعوت میں لال دعوت بہت عروج پر ہوتا ہے اور اس کا جذبہ بھی شدید بھی ہوتا ہے۔ وہ اس دعوت کے باعث بہ توفیق لیزدی تنج بردار ہوتا ہے عازی موہ جری اور قوی جنگ جو ذوق و تقار کی چیزی سے کفار اور مرتدین کو قتل کرنے والا بن جاتا ہے۔ تنج برہد کی تاثیر اور تاثر بھی ہے۔

اقسام دعوت :- اقسام دعوت کے بارے میں جان لیں کہ اس کی پانچ قسمیں ہیں۔

۱۔ دعوت وسیلہ ازل۔ یہ ازل کے مقام پر پہنچا کر بندے کو ایک مقام اور خاص مرتبہ بخش دیتی ہے۔

۲۔ دعوت لہ۔ اس میں مقام لہ حاصل ہے۔

۳۔ دعوت قبضہ۔ اس میں مشرق سے لے کر مغرب تک کل روئے زمین اس کے قبضے

میں آجاتی ہے اور اس کا تصرف بڑھتا ہے۔

۴۔ دعوت وسیلہ حقینی۔ اس میں حقینی اور آخرت کا حصول ہے۔

۵۔ دعوت وسیلہ معرفت مولیٰ۔ اس دعوت میں مجلس محمدی ﷺ اور مقام معرفت حق اور مشاہدہ اوار کے بعد مقام لامتناہی حاصل ہے۔

خصائص لال دعوت :- ہر طرح کی دعوت کے پڑھنے والا ہاتھ لال، لائق اور عالم باعمل ہونا چاہئے۔ اس کے لیے عارف ہانڈ ہونا ضروری ہے۔ رجعت سے بچنے والا ہو شیار اور محتلا عارف ہو۔ اولیائے کلمہ رجعت سے محفوظ اور سلامت ہیں۔ جبکہ جس پرست، کبر و اور حرص و ہوا کے پر کسلے بے کار اور نامر لو ہو جاتے ہیں۔

جو بندہ باطہارت وضو کے ساتھ ایک رات کے اندر دو رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کرے اور پھر اسی طرح مسلسل تین دن رات بسر کرے، تو اس کی اکیلت لاندل ہے۔ ایسا عامل و عالم اولیاء اللہ پر بھی غالب و قائل ہے۔ دونوں جہانوں سے ہلا اور بلور ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ دعوت عامل کمال کی اجازت اور لائن کے بغیر بے اثر اور ساکن ہے اسی طرح جو دو گنہ لوانہ کرے اور اگر اسے قرآن مجید حفظ نہ ہو تو وہ سوہ منزل پڑھ سکتا ہے۔ یہ عمل ایک ہفتہ تک جاری رکھے تو پھر کمال ہو سکتا ہے۔

ترتیب دعوت :- ہر طرح کی دعوت کی ابتدا اور انتہا یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت سے دعوت ہو کیونکہ یہی قرآن مجید ہی مرکز کائنات اور دونوں عالموں میں سب سے با وثوق، معتبر، راست اور سب کے لیے اور سدا کار ہنما اور پشوا ہے۔ خشکی تری، بحر و در کے تمام ظاہری و باطنی خزانے اور ہر طرح کی پیدائش و آفرینش کی ذلت و صفات سب اس قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ قرآن مجید ایک طرح سے توحید کا پہلی سب سے پیمانہ ہے۔ اس میں ہر طرح چھوٹی اور بڑی چیز آگئی ہے۔

اس پس منظر میں دعوت کا حامل پہلے چار روز تک رات کے وقت بزرگان اور اولیاء کی قبور پر جا کر ایک بار سورہ یسین پڑھے تو اس طرح فوراً مقصود حاصل ہو جاتا ہے لیکن قرآن پڑھنے میں احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ قرآن مجید کی مختلف آیات کرمہ کی دینی و دنیاوی اعتبار سے مختلف خاصیتیں اور اثرات ہیں۔ بعض آیات امر معروف اور نہی منکر ہیں۔ قصص الانبیاء بھی ہیں، وعدے و وعید بھی ہیں اور تلخ منسوخ سب ہیں۔

اس لیے جو دعوت پڑھنے میں عامل اور کمال ہے، اسے تو رجعت نہیں ہے لیکن اکثر

صورتوں میں مرشد کی جانب سے اجازت اور رہنمائی کا حصول ضروری ہے۔ مرشد کی گہرائی اور اجازت میں بندہ محفوظ ہو جاتا ہے اور جلد ہی وہ خود بھی کمال ہو جاتا ہے۔ مرشد مشکلات کا دوا کر دیتا ہے۔ دعوت کے شروع میں حضور نبی ﷺ سے حکم ہوتا ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ آغاز اسم اللہ سے کیا جائے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آغاز اولیائے اللہ کی قبور سے کیا جائے جو ان دونوں طریقوں سے بے خبر ہو وہ دعوت پڑھنے کا اہل ہی نہیں۔

دعوت کو بھی علم تکمیل کے تحت دیکھا جاتا ہے یہ علم تکمیل یہ ہے کہ اسے جڑ جڑ کر کے سمجھا جائے۔ وہ یوں ہے کہ دعوت میں چار حروف ہیں یعنی د ر ع و ت ان کا الگ الگ بیان یہ ہے کہ۔ حرف دال۔ اس سے پیشہ و نامہ دل کا ذکر ہے گویا دل کو ذکر کر کے ساتھ وابستہ رکھا جاتا ہے اور یہ ذکر حضور نبی اکرم ﷺ کے حضور حضور سے حاصل ہوتا ہے۔

حرف عین۔ اس حرف سے علم غیبی مراد ہے اور یہ علم اشل اور لاریب ہوتا ہے۔ اس علم کی بدولت ہر ایک کے احوال آشکار ہوتے ہیں اور غیب کے امور بھی دائرہ علم و آگہی کا واضح حصہ بن جاتے ہیں۔

حرف واؤ۔ اس حرف سے مراد وظائف کا خاص امتداد اور طریقے سے پڑھنا ہے۔ یہ وظائف کلام اللہ میں سے ہیں جو بہ ترتیب باوہب باعزت و بااعتقاد پڑھے جاتے ہیں۔ حرف ت۔ یہ حرف ترک کے مقام پر ہے یعنی وہ کچھ جسے نبی اکرم ﷺ نے ترک کر کے چھوڑ دیا بندہ بھی اسے ترک کر دے یہی صحابہ کرام کا عمل اور طریقہ رہا ہے۔

ناقص اور خطرات :- عمل تکمیل میں حروف کی تاثیر و اکسیر کے ہوتے ہوئے بھی مرشد کمال کی دعوت کے لیے سرپرستی ضروری ہے۔ کمال مرشد کے سوا مسائل اور پیچیدگیوں پیدا ہو سکتی ہیں اور پھر جو دعوت میں کمال ہیں وہ فوائد سے فیض یاب ہوتے رہتے ہیں اور ناقصوں کے لیے رجعت اور ادبار کا عالم ہے۔ کمال لوگوں کو دعوت محمدی سے حضور اور جمعیت قلبی میسر آتی ہے۔ جو عال و دعوت میں کامران اور ہماراد ہے وہ ادبار اور مشکلات سے مبرا اور باور ہے۔ اسے جلال یا جلی ہر دونوں کیفیات میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ خطرات تو ناقصوں کے لیے وساوس بھی ناقصوں پر ہی اثر دکھاتے ہیں۔ ناقص لوگ اسرار الہی سے بیخبر ہوتے ہیں۔ وہ اسم اللہ حسبی اللہ سے دور ہی رہتے ہیں۔

دعوت ہر اعتبار سے ذکر و فکر الہی ہے اور اس کے اوزار کی تجلیات ہیں۔ ان تجلیات کا تعلق دو آیتوں یعنی کلام الہی سے ہے۔ یہ آیات اسم اللہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے کہ۔ ففر و الی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف آ جاؤ ہر کلام اور فعل پر اللہ تعالیٰ ہی کا

اختیار اور قدرت ہے۔ روئی اور اجر سب اللہ کے حکم سے ہے۔ گویا توجہ خیال اور وصل کے تمام مراحل اور مراتب اسی کے ہیں۔ یہ مراحل آیت قرآنی سے ہیں اور وہ آیت یہ ہے کہ۔ آیت اللہ ولی الذین آمنوا یخیر جہم من الظلمت الی النور (اہل ایمان اور اللہ کی آیات کو ماننے والوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ انہیں اندھیرے سے نکل کر روشنی میں لے آتا ہے۔)

تصوف کی دنیا میں یہاں پر ظلمات سے مراد ازل، ابد اور دنیا اور جہنمی ہے۔ اگرچہ اس ظلمت میں آب حیات بھی ہے لیکن ذلت حق کی معرفت اس سے دور ہے۔ عارف تو وہ ہوتا ہے جو ظلمات کے جھیلوں اور لڈانڈ کو ترک کر کے معرفت الہی کی لذت کا حامل ہو جائے۔ اور پھر غرق توحید ہو کر واصل رہے۔ یہ مقام و مرتبہ خواص کا ہے جو معرفت الہی کے نور کی روشنی تک پہنچ جاتے ہیں اس مقام پر ان خواص کے لیے اس سے بڑھ کر نہ تو کوئی لذت ہے اور نہ کوئی بہتر چیز۔ وہ سرایا اللہ تعالیٰ کی شنوائی کے سامنے اپنا چہرہ لے ہوئے حاضر رہتے ہیں۔ اور وہ اپنے ہر طرح کے دینی اور دنیاوی کلم اور امور اللہ ہی کے سپرد کر دیتے ہیں وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد گویا بندہ کتا ہے کہ (اور میں اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ بے شک اللہ کہیم بندوں پر بہترین لفظ اور نگہبان ہے۔)

سات مرتبے :- جو بندہ عارف باللہ ہو جاتا ہے، اس کے لیے معرفت الہی میں سات مراتب موجود ہوتے ہیں۔ ان مراتب کا بیان یوں ہے۔

1- مرتبہ نفی، یعنی لا الہ الا اللہ جبارک و تعالیٰ کے علاوہ ہر شے کی نفی یا یقین۔

2- مرتبہ اثبات، یعنی الا اللہ کہ صرف اللہ ہی اللہ ہے۔

3- مرتبہ رسالت یعنی محمد رسول اللہ ہیں اور یہ تصدیقی مرتبہ ہے۔

4- مرتبہ خلوات۔ اس مرتبے پر خلوات کلام اللہ یا آیات قرآنی کی قرات ہے۔

5- مرتبہ وظائف۔ اس مرتبے پر وظائف کا تواتر سے ورد ہے۔

6- مرتبہ اسماء الحسنیٰ یہ اسماء الحسنیٰ کے بالخلوص پڑھنے کا مقام و عمل ہے۔

7- مرتبہ اعلائے اسم اللہ۔ اس ساتویں مرتبے پر اسم اللہ کے ذکر سے دریائے وحدانیت میں غرق ہوتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ان ساتویں مراتب پر ہر ایک مرتبے کے بدلے میں ستر ہزار خزانے کھلتے ہیں اور ان کو پورے صدق دل سے مان لینا ضروری ہے اور یہی آمنا و صدقا کی کیفیت عملی ہے۔ لیکن جو گمان اور شک کا شکار ہو وہ کفر کی داوی میں کافر ہے لیکن جو بندہ آمنا و صدقا کے جذبے اور یقین سے یہ دعوت پڑھتا ہے وہ عارف باللہ ہو کر رہتا ہے اللہ اس کی نظر کو با اثر اور

کمال کر دیتا ہے۔ اس کی زبان درجہ سیف اللہ پر ہوتی ہے۔ وہ جو بات منہ سے نکالتا ہے یا خواہش و آرزو کرتا ہے اللہ اسے قبول فرما کر پورا کر دیتا ہے۔ وہ کبھی بے مراد نہیں رہتا۔ حصول اس پر ٹھہر رہتے ہیں ایسے ہی بندوں کے لیے ایک حدیث شریف میں مذکور ہے۔ لسان الفقراء سیف الرحمن (اللہ کے فقیروں کی زبان اپنی تاثیر میں اللہ تعالیٰ کی تگوار ہے) اور یہ بہت بڑا اور احتیاطوں بھرا مقام ہے۔

صاحب معرفت عارف لوگوں کی زبان سیف نہیں ہوتی لیکن جب وہ لولیاۓ اللہ کی تگوار پر بیٹھ کر دعوت کے انداز میں سیفی دعا کرتے ہیں تو پھر وہ اس مرتبے پر پہنچتے ہیں۔ اس حوالے سے چند اشعار ہیں۔

شہسوار	قبر	کمال	شد	فقیر
شہسوار	قبر	عالم	ملک	گیر
ہر کہ	را	قوت	بود	اہل التیور
صاحب	دعوت	چشم	با	شد حضور
ہر کہ	واقف	میشود	از	دعوت قبر
ہر	حقیقت	پانت	زیر	زہ
دعوت	تج	برہند		دیکھیر
قل	موزی	را	کند	اللہ فقیر

(مرد کمال کی قبر پر شہسوار کی تگوار سے لولیاۓ اللہ کو پالیتا ہے اور اسی طرح جو کسی عالم کی قبر کا شہسوار ہوتا ہے اس کے لیے ملک گیری کا درجہ ہے۔ جسے اہل تگوار کی قوت اور طاقت حاصل ہوتی ہے ایسا صاحب دعوت فیض یاب حضور ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جو شخص دعوت قبر سے آگاہ اور واقف ہے اس پر ہر طرح کی پستی اور بلندی اپنی حقیقت کے ساتھ سامنے آ جاتی ہے گویا وہ زیر و بم اور نشیب و فراز سے آگاہ ہے یوں جو تجت برہند کی دعوت کا حامل ہے اور اس کی تگوار موزیوں کے قل کی طالب رہتی ہے۔)

قبر کا شہسوار ہے۔ قبر کی شہسوار ایک عمل حزم و احتیاط ہے۔ اس لیے اگر کوئی عالم قبر پر شہسوار کی تگوار میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے کلام کی برکت سے اس عالم کو روحانی مرتبہ حاصل ہوتا ہے لیکن اگر کوئی ناقص و ناتمام لولیاۓ اللہ پر اس صورت میں قرآن پڑھے تو اس کے عالم ہو جانے کے امکانات ہیں۔ اس کیفیت میں ایک خاص روایتی اور وجد ہے جو قیامت تک دریا کی مانند جاری رہتی ہے۔

قبر پر قرآن مجید کا پڑھنا تین کاموں کے لیے زیادہ مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ یعنی کسی مسلمان حکمران یا بادشاہ کی مم کی خاطر کہ جس میں جملہ کا جذبہ بھی کار فرما ہو اور اس مم سے مسلمانوں کو کئی حوالوں سے قائمہ پہنچتا ہو۔ اسی طرح عام اور خاص مسلمانوں کے مفاد عامہ کے تحت بھی اس حالت شہسوار میں قرآن مجید پڑھا جا سکتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اہل بدعت اور گھروں سے پتہ اور ان کے شر اور فساد سے بچنے رہنے کے لیے بھی یہ عمل کیا جا سکتا ہے۔

عالم کا حصار ہے۔ ان تینوں کاموں کی خاطر دعوت کرنے کے بارے میں لازم ہے کہ عالم رات کے وقت تمام قبوں کی طرف جائے اور پھر کسی با عظمت مرحوم کی قبر تلاش کرے۔ ان با عظمت لوگوں میں غوث قطب شد اور لولیاۓ اللہ سب سے اہم اور افضل ہیں۔ دعوت کا عالم سب سے پہلے اپنے گرد حصار قائم کرے اور پھر شروع میں اپنی تگوار قبر کے ارد گرد لٹان ادا کرے۔

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔

اشھدان لا الہ الا اللہ۔ اشھدان لا الہ الا اللہ

اشھدان محمد رسول اللہ۔ اشھدان محمد رسول اللہ

حییٰ علی الصلوٰۃ۔ حییٰ علی الصلوٰۃ

حییٰ علی الفلاح۔ حییٰ علی الفلاح

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔

لا الہ الا اللہ

اس لٹان کی ندا پر روحانی یعنی باطنی غیر جسمانی قوتیں اور ارواح اس کے ارد گرد آ کر ازدحام کر دیں گی۔ اگر عالم زیادہ غالب ہے تو وہ قبر پر پاؤں بھی مارتا ہے اور ہاتھ سے ارشادے کر کے کہتا ہے۔ تم باذن اللہ (اے اللہ تعالیٰ کے حکم اٹھ) اور پھر وہی عالم ذکر ہی دوران میں بے ہوش ہو جاتا ہے۔ یوں جب ہوش میں آتا ہے تو روحانی اس کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ اس کا ہر کلام اسی وقت سے رواں ہو کر جاری ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ کار ساز ہے۔

دوسری صورت میں کہ اگر قبر کے گرد اذان پڑھنے اور تم بقرآن اللہ کہنے سے روحانی غالب آ جائیں تو پھر عالم کو چاہئے کہ انہیں نہ ستائے اور بدستور قرآن مجید پڑھتا رہے۔ اسے یہی ظلت قرآن مجید ہی فیض اور روحانی دولت و ثروت بخشنے کی اور رفتہ رفتہ روحانی اس کے ارد گرد آ کر قید میں آ جائیں گے۔ اس موقع پر عالم کو چاہئے کہ وہ قبر کی پائنتی میں آ جائے اور پھر قرآن پڑھتا ہوا قبر پر سوار ہو جائے۔ بتایا جاتا ہے اس وقت روحانی اس عالم کی فریاد لے کر دربار نبوی

اور پھر دربار الہی میں جائیں گے۔ اللہ اور اللہ کا رسول انھیں فرمائیں گے۔ کہ اس عامل کی مدد کرو اور اس کے سب کام کرو۔ یوں ہر مطلب اسی وقت حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی سلسلے میں ارشاد ہے کہ اذ نحیرہ نم فی الامور فاستعینوا (اگر تم کسی امر میں حیران ہو جاؤ تو حیرتم پر غالب آجائے تو استعانت طلب کرو) من اهل القبور (یعنی مدد مانگو اہل القبور سے) اس طرح ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے اور تحریر و حیرت یقین میں بدل جاتی ہے اس طرح بندہ مہلت دعوت میں عاجز نہیں ہونے پاتا۔

بیان ہے کہ کسی ولی اللہ کی قبر پر بیٹھ کر ایک رات قرآن مجید پڑھنے کی فضیلت چالیس چلوں کی ریاضت سے زیادہ ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ وہ ہر طرح کی نعمتوں اور رحمتوں سے فیض یاب ہو اسے بزرگی ملے اور دینی و دنیاوی امور بحسن و خوبی سرانجام پائیں۔ اللہ کے خزانوں پر بندے کا تصرف بڑھے۔ اس کا نفس لادہ بے بس ہو کر اس کی قید میں آجائے۔ شیطان مردود بھی اس سے دور ہو جائے دنیا جہاں اس کے تلخ اور زہر حکم ہو تمام مخلوقات بھی اس سے مسخر ہو جائیں تو اسے چاہئے کہ وہ قرآن مجید سے اسم اعظم معلوم کرے۔ اس کے بعد سے تو موکل خود اس کے پاس حاضر ہوں گے۔ علم تکبیر، علم تاثیر، روشن ضمیری اور علم کیا بذریعہ الہام اسے حاصل ہوں گے۔ ان تمام امور کے لیے اسم اللہ کا نقش ہی سب کچھ ہے اور اس کے لیے مجلس محمدی ﷺ کی حضوری بھی ہے۔

عزم مصمم :- ان مراتب کی خاطر طالب کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے وجود کو غیر اللہ سے پاک کرے۔ عزم مصمم اور وسیع حوصلہ رکھے اپنے راز پوشیدہ ہی رکھے۔ حضوری سے اسے جو کچھ حاصل ہو اس کی امانت کی طرح حفاظت کرے۔ یوں بندہ بیچ تمام زمینی خزانے اس کے علم و قبضہ میں آجاتے ہیں اور پھر جو بندہ ان مراتب کو پہنچ جاتا ہے وہ محتاج نہیں ہے۔ وہ ظاہر میں عاجز ہونے کے باوجود باطن میں اہل معرفت ہے اور وصل اس کا مقدر ہے لیکن اولیائے اللہ کی قبروں پر دعوت پڑھنے سے پہلے بندے کے وجود کا پاک اور ظاہر ہونا ایک شرط اولین ہے۔

ایک اور ترتیب دعوت پڑھنے کی یہ ہے کہ قرآن مجید پر اعتبار اور یقین کر کے اسے رہنما اور پیشوا بنا لیا جائے اس طرح کی دعوت میں اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق کو عرش سے تحت اثراتک سب قید و تسلط میں آجاتی ہے اور قرآن مجید معظم و مکرم رہتا ہے۔ اس دعوت کا طریقہ یہ ہے۔ عامل قرآن مجید پڑھتے پڑھتے دریا میں غوطہ لگائے۔ بتایا جاتا ہے کہ اسی وقت چاروں مقرب فرشتے یعنی جبرائیل، عزرائیل، میکائیل اور اسرافیل حاضر ہوتے ہیں اور پھر پورے خطہ ارض کو اپنی بیٹھ پر اٹھا لیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور دعا کرتے رہتے ہیں کہ

”اے رب جلیل اس بندہ حاجت مند کی تمام آرزوئیں اور حاجتیں پوری فرما دے تاکہ ہم تیرے حکم کے بعد اس بندے کی قید سے خلاصی حاصل کر سکیں۔“ یہ دعوت سب سے سخت دعوت ہے۔

ایک اور قرآنی دعوت اسی طرح کی ہے جو دریا کے کنارے یا اولیاء کی قبر کے قریب پڑھی جاتی ہے وہ بھی ایک کڑی اور سخت دعوت ہے۔ اس میں سب سے پہلے زمین جنبش میں آتی ہے۔ اس کے بائیں مشرق سے لے کر مغرب تک روئے زمین پر تمام شہر اور قریے لرز اٹھتے ہیں۔ اس وقت عامل کے پاس قریباً ایک سو موکل فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ ہر فرشتہ ایک ایک اشرافی اس عامل کے سامنے رکھ دیتا ہے اور ہر فرشتہ آواز دے کر عتاب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد بھی لاتعداد فرشتے اسی طرح حاضر ہوتے اور جاتے رہتے ہیں اور اس عامل کا کام پورا کرتے رہتے ہیں۔ دولت کے انہار اور اشرافیوں کی کثرت اصل میں علم دعوت کی ایک طرح سے آزمائش ہے کیونکہ علم دعوت تو کیا سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس دعوت میں عامل پر لازم ہے کہ وہ سورہ مزمل پڑھتا رہے۔ یہی ورد قرآن مجید ہی اس عامل کو کمال بناتا ہے۔ اسی سے علم تکبیر اپنا اثر دکھاتا ہے اور اکسیر عمل پذیر ہوتی ہے۔

مقام شرع و دعوت :- ہر وہ شخص جو صاحب دعوت ہو وہ اپنے اس مقام پر درج ذیل کام بھی بخوبی انجام دے سکتا ہے۔

کافر کو دین اسلام کی جانب راغب کر کے مسلمان کر سکتا ہے۔

رائضی اور خارجی کا قلع قمع کر کے اسے ملک بدر بھی کر سکتا ہے۔

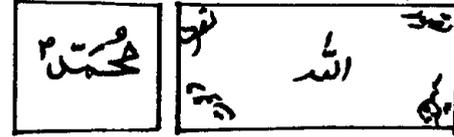
کسی کو عالم جان کنی یا بیماری سے رہائی دلا سکتا ہے۔

پورے مشرق و مغرب کو اپنی تلقین میں لے کر منور کر سکتا ہے۔

مجلس محمدی ﷺ کی حضوری میں ایک مقام خاص حاصل کر سکتا ہے اور اگر پھر اس موقع پر وہ چاہے تو ہر ایک طالب کو اس کی طلب بخش سکتا ہے۔ لوگوں کو وسیع بنانے پر اپنی طاعت میں لے سکتا ہے۔ لوگوں پر اپنے علم و فضل کو بہتر طور پر ظاہر و ثابت کر سکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ دونوں جہانوں کو زیر و زبر تہہ و پلا کرنے پر بھی قادر ہو جاتا ہے۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اہل معرفت درجہ سیخالی پر بھی پہنچ جاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردوں کو زندہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس راجہ عمل میں بندے کو جو توفیق تصرف باطنی اور روحانی برکت میسر آتی ہے وہ اسماء الحسنی کا اعجاز اور اثر سے ہے۔

وہ اسماء الحسنی کا اعجاز اور اثر سے ہے۔

وہ اسماء الحسنی کا اعجاز اور اثر سے ہے۔



بندہ حق اپنے فناء و شوق کی انتہا اور دردِ محمد رسول اکرم ﷺ کے پاک و مطہر تصور سے مجلسِ محمدی میں جا کر حاضر ہو جاتا ہے اور اسمِ محمد کے تصور سے وہ سلطانِ فقر کو بھی حاضر کر سکتا ہے۔ اس موقع پر اگر وہ اپنے شیخ کا تصور کرے تو وہ شیخ بھی حاضر ہو جاتا ہے۔ الہامی کلام کے تصور سے یہاں پر وہ فرشتوں کو بھی حاضر کر سکتا ہے۔ وہ بندہ حق جس ملک یا خطہ ارض پر تلاش یا تلاش ہو اسے اسرائیل فرشتہ اس طور چہ و برہلو کر سکتا ہے کہ وہ ملک یا قطعہ قیامت تک اپنی دیرانی اور چہی پر بچھتا رہے۔

اس سماعت خاص پر عزرائیل فرشتہ حاضر ہو کر حکم کا منتہی ہو جاتا ہے۔ وہ ایک ہی لمحہ کے اندر دشمنوں کی جان قبض کر سکتا ہے یا پھر دشمنوں کو ہلاک کر دے یا انہیں بیماری میں مبتلا کر دے۔ یہ سب اس فرشتہ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ یہ بڑے محتلا اور جسم کے متقاضی مراحل ہیں لیکن یہاں پر چار قسم کے موزیوں کو مارنا کارِ ثواب میں داخل ہے۔

۱۔ فہم موزی کی ہلاکت اور موت۔ یہ بہت بڑا موزی ہے۔
 ۲۔ مومنوں کو ایذا دینے والا موزی۔ ایسے موزی کی موجودگی میں مطلق امن سے نہیں رہ سکتی ہے، اس لیے اسے مارنا بھی ثواب ہے۔
 ۳۔ کفار بھی اپنی فطرت اور طینت کے لحاظ سے موزی ہیں، امن کی موت بھی مطلق کے لیے باعث امن ہوتی ہے۔

۴۔ دینِ محمدی ﷺ سے منحرف ہونے والا موزی ایک بری مثال قائم کرنے کا مرکب ہوتا ہے۔ اس سے بری شہرت پھیلتی ہے۔ اس لیے اس موزی کا مار دینا بھی کارِ ثواب میں شامل ہے۔ عالموں اور کمالِ فقیروں کا دشمن بھی اسی ذمے میں شامل ہو جاتا ہے۔

جو شخص قرآن مجید کے اعجاز کے بندہ قبول کی ایسی دعوت کی تردید کرے اور اسے یقین سے بلورا کھے اسے زینب نہیں کہ وہ دعوت حضور کے تصور اور تصور کا دم مارے۔ اگر اس بے یقینی میں ہے تو اس کی تلافی اور لاعلی ایسے شخص کے لیے چہی ہے۔

نوع دیگر۔ طالب کے لیے یہ ایک طرح کا دستور ہے کہ وہ دعوت کی خاطر کسی ذمہ ظہیر مرشد کے پاس پہنچے۔ ذکرِ اللہ کرنے والے کی قبر کو اپنا مقام بنائے۔ جو لیلِ القبر صاحبِ عظمت اور درجہ برہنہ تیغ پر ہوں امن کی قبول کی شہسواری زیادہ مفید اور کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے۔

اس دعوت اور شہسواری میں قرآن مجید میں سے جو کچھ یاد ہو وہ بکثرت پڑھا جانا چاہئے۔ اس کے باعث انشاء اللہ ہر طرح کے ظاہری و باطنی مطالب کا حصول ہو جاتا ہے۔ قبر کے اندر ولا برزگ معظم دعوت پڑھنے والے کو مجلسِ محمدی ﷺ میں پہنچا دیتا ہے۔ اس طرح یا توحید میں استخراق ہے یا ذکرِ قلبی کی مدد دہنی ہے۔ دونوں باتوں میں سے بھی ذکرِ باطنی نکلے گا ہے۔ اگر دائیں کن سے ذکر نکلے تو آواز اذنی ہے اور اگر بائیں کن سے نکلے تو وہ لہری آواز ہے۔ کوئی صدا اور آواز حکمت سے خالی نہیں ہوتی اگر عمل میں راحت محسوس ہو تو قرآن مجید کو با آواز بلند پڑھنا چاہئے۔ اگر یہی عمل کسی میں سواری کے دوران میں کیا جائے تو اس عظمت کو کئی راتوں تک جاری رکھنا چاہئے تاکہ مطالب کا حصول ہو۔ اس عمل میں تمام مشکلات بھی بدستور آسان ہوتی چلی جاتی ہیں۔

وجود کی پاکیزگی :- اس حقیقت پر پوری نظر اور توجہ رہے کہ زندگی یا موت میں ہر حالت میں وجود کی پاکیزگی کی بہت زیادہ اہمیت ہے بلکہ اصل دعا وجود کی پاکیزگی ہی ہے۔ اس پاکیزگی کا حصول اسمِ اللہ کے باطنی تصور و فکر سے ہے اور فکر و تصور دل کے حوالے سے ہے۔ جب دل تزئیم یا ضربات مسلسل سے اسمِ اللہ کا رسیا ہو جاتا ہے تو اس سے یا بھی پیامِ لہم کی آواز نکلتی ہے۔ اس موقع پر اسمِ محمد ﷺ دل پر لکھا جائے پھر بندہ کسی غوث کی قبر پر دعوت پڑھنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ جب اس طور دعوت اختتام پذیر ہوتی ہے تو اس وقت فقیر کی توجہ اور تصور پورے عالم کے فتح و مسخر کر لیتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ اختتام دعوت کے وقت عامل کے گرد چار باطنی لشکر اس کی حفاظت اور نگہبانی کے لیے حشمین ہو جاتے ہیں۔ وہ لشکر ظاہری طور پر دکھائی نہیں دیتے لیکن امن کا وجود مسلمہ ہے۔ وہ حشمین لشکرِ باطنی نظر محمدی، موکل فرشتوں اور شہیدوں کی روحوں کے ہوتے ہیں۔

عامل اس نازک اور محتلا موقع پر اختیارات میں زیادہ تصرف کا حامل ہو چکا ہوتا ہے۔ دشمنوں کو با آسانی چہ و برہلو یا گھاس کر سکتا ہے اس کی ناراضگی سے بھی بہت نقصان ہو سکتا ہے لیکن اس موقع پر عموماً دردِ سر کو نقصان پہنچانے کے بجائے مسلمانوں کے قائمے اور خلقِ خدا کے دیگر مفادات ہی کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

متفرقات

جمعیت کی شرح :- یہ حقیقت اور امر واضح رہے کہ جمعیت کے پانچ وقت ہیں اور ہر ایک کا تصور کرنے کا خاص وقت قسم اور مقام ہے اور پھر ہر جمعیت کے مختلف تصرفات ہیں۔ جمعیت سے بہت سی نعمتوں کا حصول ہوتا ہے۔ جب صاحب جمعیت ان پانچوں مقاموں کے حوالے سے انھیں اپنے قبضہ اور قدرت میں کر لیتا ہے تو اسے کسی قسم کی غرض و استیاج باقی نہیں رہتی۔ اسے کسی قسم کا کسوف بھی نہیں رہتا کیونکہ وہ جو کچھ چاہتا ہے اسے وہ سب کچھ مل کر رہتا ہے۔

مقام جمعیت "معی قوم" کے حقیقی علم کا جامع العلوم ہے اور اس میں متعدد علوم اور امور شامل ہیں۔ جمعیت کے جو پانچ مقام ہیں اور اس کے باعث جو خزانے زیر تصرف آجاتے ہیں۔ وہ یوں شمار کئے جاسکتے ہیں۔ مقام ازل، تصرف ازل، نعمت ابد، تصرف ابد اور روح ابد اور روئے زمین پر موجود دنیا کی تمام نعمتیں اور خزانے اس کے بعد حقیقی پر تسلط و تصرف حاصل ہوتا ہے۔ حقیقی کی نعمتیں اور خزانے زیر تصرف آجاتے ہیں۔ پھر قرب و حدانیت ہے اس کے بعد ثانی اللہ اور بتا ہند کے درجات کا حصول ہے۔ یہ تو مقامات ہیں بتدریج لیکن کمال مرشد طالب کو پہلے ہی روز جمعیت کے ہر مقام پر پہنچانا ہے کمال مرشد کا یہ وصف ہے کہ وہ تحقیق کی باتیں بیان کرتا ہے اس کی رہبری اور رہنمائی مشکلات سے بچاتی ہے لیکن برعکس اس کے جو ناقص مرشد ہوتا ہے۔ وہ بے دین لحد اور کافر حوالوں سے بات کرتا ہے لاف زنی اس کا وسیعہ ہوتی ہے۔

اخلاص کی ضرورت :- اللہ تعالیٰ ہر امر اور کام اپنے خاص خدائی نظام کے تحت کرتا ہے اس لیے ہر امر میں تاخیر اور تعجیل ممکن ہے لیکن یہاں پر یہ واضح رہے کہ رحمانی کاموں میں تاخیر و تعجیل کے معنی اور مطالب کچھ اور ہوتے ہیں جبکہ شیطانی کاموں میں تاخیر و تعجیل کچھ اور معانی رکھتی ہے لیکن حیرت اس امر پر ہے کہ ہر خاص و عام کی زبان پر اسم ذاتی ہے حالانکہ اس کے سمجھنے اور تصور کرنے والوں کی محض ایک اقلیت ہی اس اسم ذاتی کی حیثیت سے آگاہ ہے۔ یوں تو حافظ بھی ہیں اور قرآن کی تلاوت کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ اور پھر عامل بھی ہیں۔ مسائل فقہ سے بخوبی آگاہ ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کے دل سے نفاق اور جھوٹ ہی نکلا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے وجود سے حرص و ہوا حسد اور کبر وغیرہ دور نہیں ہوتے۔ اس میں

حکمت یہ ہے کہ ایسے لوگ اسماء الحسنیٰ کو غلوں سے نہیں پکڑتے اور کلام الہی کو وہ یقین کے ساتھ نہیں لیتے بلکہ یہاں تک کہ ان کے توہینے اور دیکھنے میں بھی غلوں اور ایہان مفقود ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے سینوں اور دلوں پر سے کلام الہی ہوا کے جموں کی طرح بے اثر ہی گزر جاتا ہے اور وہ لوگ ہر طرح کے فیض اور برکت سے محروم رہتے ہیں۔

ان کے برعکس وہ لوگ کہ جو غلوں اور یقین کے ساتھ اسم اللہ اور کلام اللہ کو پڑھتے ہیں ایہان و اخلاص کو وہ اپنے پیش رو رکھتے ہیں، یوں ان کا نفس بغیر سرکشی کے فنا ہو جاتا ہے مجلس محمدی علیہ السلام میں انھیں حضور صلیب ہوتی ہے ایسے لوگوں کی مدح کو بھلا میسر آتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ کئی دیگر احوال کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں ناخن چبے معمولی جزد میں دونوں جمل دکھا دیتے ہیں۔ ان کی کیفیت گویا اس چھتری بردار کی سی ہوتی ہے کہ جو اپنی چھتری سے گیند چدھر چاہے لے جائے یہ چھتری اس کی معرفت ہے اور گیند صدق کے صدق ہے۔ دونوں جمل اس بندے کے تلخ اور زہر ہیں۔

اللہ جل شانہ و عم نوالہ کا نام ایک با عظمت اور بابرکت اسم ہے اس کی ابتداء اور انتہا میں معرفت کا نور ہی نور ہے۔ اس لیے اسم الہی کا بالیقین اور بلاخلاص انداز میں پڑھنا مطالب قلبی میں مستغرق ہونا ہے جس طرح مطالعہ اور مطالعہ کتب علم کے لیے اسناک و کشش کا باعث ہے اسی طرح عارفوں کے لیے معرفت کا مقام بمنزلہ پرواز کے لیے پرواہ کی طرح ہے۔

درویش کا مقام و مرتبہ :-

برادر	درویش	دو	ہر	صبح	د	شام
آ	ترا	حاصل	شود	مطلب	تمام	
گر	ترا	بر سر	زند	سر	پیش	نہ
آنچه	داری	در	ملک	درویش	نہ	
دانہ	درویش	یابی	جاوداں			
از	نظر	درویش	شدی	شاہ	جہاں	

ہر کہ مقبول است درویش از نظر
شد مراتب اور زیلا عرش تر

ترجمہ :- اے بندے تیرے لیے یہ بہتر ہے کہ صبح شام درویش کے دروازے پر جاگامہ اس

حاضری سے حیرے مطلب اور مرادیں تجھے حاصل ہو جائیں۔ ہاں اس حاضری میں اگر دودیش حیرے سر پر بھی تجھے مارے تو اس کے بلوغت بھی تو اپنا سر اس کے آگے ہی رکھ۔ یہی نہیں بلکہ جو کچھ بھی حیرے پاس ہے اسے دودیش کی ملک کر دے۔ کیونکہ اس امری حقیقت کو یاد رکھ کہ تو جو کچھ دودیش کو دے گا وہ تجھے مل جائے گا بلکہ تو دودیش کی نظر کرم سے دنیا جہاں کا بلاشلہ بن جائے گا یہ بھی حقیقت مسلمہ ہے کہ جو مقبول و منظور ہوا وہ محض دودیش ہی کی نظر سے ہوا ہے۔ تجھے شاید اس کی خبر نہیں کہ دودیش کی شان اور اس کے مراتب تو عرش سے بھی زیادہ بلند ہیں۔

جمعیت کا جو ہر نہ بیان کیا جاتا ہے کہ جمعیت کے جوہر کی دو نشانیوں یا علامتوں ہیں۔ اللہ جمعیت ہمیشہ بہ ظاہر شرمی امور میں ہو شیار اور اتنا درجے کا محتاط ہوتا ہے۔ وہ شخص بہ باطن مراقبہ میں سدا غرق ہوتا ہے۔ اپنی اس کیفیت میں وہ مشاہدہ ربوبیت سے مشرف اور فیض یاب رہتا ہے۔

علماء اور فقرا کا فرق :- واضح رہے کہ آسمانی اور زمینی مخلوق کے مابین ایک طویل فرق اور فاصلہ ہے گویا زمین کی مخلوق آسمان کی مخلوق سے پچاس ہزار سال کے وقفے اور فاصلے پر ہے۔ اس پچاس ہزار سال کو دنیا کی ایک رات کہا جاتا ہے اور پھر اسی حساب اور شرح سے قیامت کا فاصلہ پچاس ہزار سال کا ہے اور یہ دن کہلاتا ہے۔ گویا وہ ایک طرح سے رات کا لباس ہے اور یہ دن کا لباس ہے اور یہ دن تو کمانے اور کسب کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرب لوگ یعنی ذکر اور فکر اور معرفت الہی میں مشغول رہنے والے عالم لوگ اور عیونت کے پورے حق کے ساتھ عہدت کرنے والے ہیں۔ لیکن فقیر لوگ اصل میں صاحب ربوبیت ہیں۔ ارشلو باری تعالیٰ ہے کہ وجعلنا الليل لباسا وجعلنا النهار معاشا (ہم نے رات کو لباس بنایا ہے اور دن کو معاش اور روزی کمانے کا ذریعہ بنایا ہے) اس وسیع تر پہلی وضاحت کے بعد جو لوگ اہل شب ہیں ان کی نگاہ دنیا پر ہے اور یوں ان کے اعمال ظاہری اہل دنیا اور دنیاوی تقاضوں کے مطابق ہیں۔ لیکن اہل دن جو لوگ ہیں وہ دن کے اجالوں میں بھی دنیا کو نہیں دیکھتے۔ ان لوگوں کی نظر قیامت پر ہوتی ہے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوال اور کچھ نہیں چاہتے۔

علماء اور فقرا میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ علماء اپنے غصے کی حالت اور وقت پر "وارنامنی" کے علم کی جلالت کے قائل ہوتے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں جبکہ فقرا غصے کی حالت اور وقت معرفت الا اللہ کی جلالت میں ہوتے ہیں۔ ان کی عارفانہ اور معرفت کی کیفیت انھیں "معنی" کے

درجہ ہی سے باہر نہیں نکلنے دیتی۔ علماء کی ابتدا دودیش کی امتنا ہے اور وہی اسے اکیلیت پر پہنچاتی ہے۔

علم عین ہے :- واضح رہے کہ عمل کا درجہ عین ہے۔ گویا اس طرح علم عین ہے اور وہ عینوں کا ایک مقام پر اکتفا ہو جانا مشکل امر ہوتا ہے۔ علم رکھنے والا عالم ہوتا ہے اور اس پر عمل کرنے والا عال ہے۔ اس طرح عالم جو عال ہے وہ ایک طرح سے کامل فقیر ہوتا ہے۔ وہ اپنی اس فضیلت پر علم کو اپنی دسترس اور قید میں لے آتا ہے۔ اس کا علم عمل کے ذریعے اپنا اظہار کر کے فقیر کرتا ہے یوں اس کے وجود میں چار قسم کے الہام پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ غیب الغیب کا درجہ اور مرحلہ ہے۔

۱۔ قصور کی دنیا میں علم ایک طرح کا حجاب بھی ہوتا ہے لیکن جب عالم علم کے حجاب میں سے نکلتا ہے تو وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے خلق کو اپنا پیشہ بنا لیتا ہے۔ یوں اس کے دل میں الہام کا حکم پیدا ہوتا ہے جس کے باعث وہ اللہ جل شانہ کی قدرت کی طرف نزدیک ہونا چلا جاتا ہے۔

۲۔ دو سرا الہام اسم محمد ﷺ کے تصور کا ہے۔ یہ الہام رہتی کے تجھے میں ہے گویا راستی راہ الہام کی ایک بڑی سیبل ہے۔

۳۔ تیسرا الہام کراہا کتابیین کا ہے۔ اس میں دیگر تمام فرشتے بھی شامل ہیں۔ یہ ملائکہ نیک اور بد اعمال اور ماضی حال اور مستقبل کی خبر کا موجب بنتے ہیں۔ وہ اپنے اپنے فرائض یا آواز بلند ہوا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ نیک و بد کی خبر کے حوالے سے ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ حسنات الابراہیم المقربین یعنی ابراہیم کی نیکیاں مقربین کی برائیوں کے برابر ہوتی ہیں۔ گویا یہاں پر مقربین کے مقام کا ایک عظیم حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ جس میں مقربین کے درجے کا تعین بھی ہوتا ہے۔

یہ امر بھی واضح رہے کہ وہ عالم کی جو چمن بین اور سند کے ساتھ حدیث کے ماہر اور فاضل ہیں۔ ان کا مقام و مرتبہ اور ہوتا ہے اور درود و وظائف کے شکر و دعا کا مقام و مرتبہ اور ہی ہوتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے پایاں اور فرداں نعمتوں کا شکر کے بجائے فکر کرنے سے دل میں حیا پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ دل کی حیا بہت بڑی نعمت اور فضیلت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور توحید پیدا کرنے کے موجب ہیں اور اس میں بھی فکر کا فرما ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کے علوم کے باعث دل میں نیک اعمال کا اژدہا ہوتا رہتا ہے اور یہ بھی دراصل فکر ہے۔ جو فکر دنیاوی ہیں یا دنیا کی پست کیے جاتے ہیں ان کے باعث دل میں

سایہ بڑھتی ہے اور یوں شیطانی امور میں منصوبہ بندی اور ایلیس سازی کو فروغ ملتا ہے۔ اس اعتبار سے دنیا میں اہل دنیا سے بڑھ کر اور کوئی بدتر نہیں ہوتا لیکن حیرت اور تعجب ان لوگوں پر ہے کہ جو اس طرح کے بدتر اور قابل لعن شخص کو دین محمدی اور فخر محمدی پر ترجیح دیتے ہیں یا بہتر جانتے ہیں۔

فرض عین :- مسلمان اور مومن بلکہ مسلمان مومن وہ ہوتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو اس کی قدرت سے پہچانے اور اللہ کو ہمیشہ حاضر و ناظر سمجھے۔ اس فرضیت کو ایک عظیم گمراہی لوا کرنا شمار کیا گیا ہے۔ بھر سب فرضوں سے بڑھ کر فرض عین ہے۔

بڑی سنت :- سب سے بڑی سنت یہ ہے کہ بندہ اپنا گھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں فخر و کدے۔ گویا اس طرح یہ سب سے بزرگ سنت بن جاتی ہے۔ یہ ایثار اور قربانی بڑی سنت کی لواٹگی ہے۔ اس فرض عین اور بڑی سنت کو اہل اللہ ہی عمل میں لائے ہیں۔ دنیا اور اہل دنیا سے وہ بے نیاز ہو کر ان سے کنارہ کشی کر لیتے ہیں۔ مردہ دل دنیا والے ان کے نزدیک بے حیثیت لوگ ہیں۔ دنیا والے غالی لوگ ہیں۔ فرض عین اور بزرگ سنت لوا کرنے والے کامل صاف ہو جاتا ہے۔ اس کا نفس فنا کی گرائیوں میں دفن ہو چکا ہے۔ نفس کی موت اور فنا سے یہ مراد ہے کہ اس سے شرک، کفر، حرم و ہوا اور تکبر ختم ہو جائیں اگر یہ صورت پیدا ہو جائے تو وہ بندہ حق دنیوی لذتوں سے بالا اور پاک ہے۔ اہل دنیا کی مجلس اس کے لیے ہاٹ سکون نہیں بلکہ وجہ ازار ہیں۔ وہ بندہ حق راہ حق پر ہے۔ اسے قلب کی صفائی میسر آتی ہے۔ ارواح پاکیزہ کی اسے معرفت ہوتی ہے اور وہ ہمہ وقت مشغول عبادت ہی رہتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جب نفس امامہ فی الحقیقت نفس مطہر کا درجہ پا لیتا ہے اور یہ بہت بڑی تبدیلی ہے کیونکہ نفس امامہ کی خواہشات، آرزوئیں اور حاکمانہ ہوس رائیوں کو ختم کرنا بہت بڑا کام ہے۔

کمان تیر اور ہدف :- شاید نفس امامہ ہی کی طلب و ہوس اور خواہشات کے پیش نظر ایک حدیث میں ہے کہ "الدنيا قوس و حولانها سهام والانسان فيها لجاج (یہ دنیا ایک قوس یعنی کمان کی مانند ہے اور اس کے حولان کو بندوق جیوں کا نام دیا جا سکتا ہے اور ان کے درمیان میں انسان ہدف یا نشان لگے ہے۔) کس قدر قوی بھری اور محتاط زندگی کا تقاضا کیا گیا ہے اس حدیث شریف میں۔

لیکن اس ساری صورت حال اور کیفیت میں سے گزر جانے کے لیے بھی اور اس سے کس طرح گزرا جائے، ایک اور حدیث کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ کن فی الدنيا کاذک غریب ابو

عبر السبیل و عد نفسک من اصحاب القبور (اوس دنیا میں اس طرح سے رہ کہ تو ایک مسافر ہے، یا ایک معمولی سارا رہو ہے اور تو اپنے آپ کو اہل قبور یعنی مردہ لوگوں میں سے شمار کر۔)

تجلیات کی اقسام :- ظاہری علوم اور باطنی واردات یعنی معرفت الہی اور فخر کے مقام و مرتبہ کو اگر ایک نقطے میں بیان کرنا ہو تو اس سلسلے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ نقطہ ایک حرف میں ہے اور وہ حرف "ن" ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ نیک نیت ہونا حرم و ہوا کی تزئینات سے درگزر کرنا جو تزئینات حرم و ہوا سے کنارہ کشی کر لیتا ہے وہ بملو ہے۔ وہ علم کل حاصل کر جاتا ہے اور معرفت ہی اس کا حقیقی مقدر ہے۔ مرلو حرم و ہوا کو چھوڑ دینا ہی فقیہوں کا انتہائی درجہ اور رتبہ ہے۔

صاحب قلب کو اللہ تعالیٰ قلب سے توحات حاصل کرنے کا ملکہ بخشا ہے اور ہر ایک شخص بمنزلہ رتبے والی ہے۔ ہر ایک شخص سے ستر ہزار اور لائی فیض ملتے ہیں۔ ان فیوض کو وہی شخص بہتر طور پر جان سکتا ہے کہ جو کسی اور لائی فیض سے مستیر ہو چکا ہو یہ وہ مقام فیوض و انوار ہے کہ جہاں پر یقین بھرے مرید کو ہرگز قرار و سکون نہیں ملتا۔ اس صورت میں اسے نہ تو نیند آتی ہے اور نہ اونگہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ذاتی تجلیات اور ہیں اور اسی تجلیات اور ہیں۔ اور پھر حقیقی تجلیات ہیں ان کا اور ہی مقام ہے پھر ربانی تجلیات ہیں۔ جو ہر طرح سے لوری و شخ کی ہیں۔

اور تجلیات کی چار معروف اقسام ہیں۔ سب تجلیات عطلے ذات الہی اور فیض باری تعالیٰ میں سے ہیں۔ ان تجلیات میں سے طالب حق جو کچھ اسم غلنی کے حضرات سے دیکھتا ہے وہ توحید مطلق ہے اور وحدانیت ہے۔ یہ اللہ کی وحدانیت ہوتی ہے۔ یہی دراصل معرفت الہی ہے۔ اس معرفت حق میں اسما کی تجلی ہے جو بندہ حق دیکھتا ہے اسما کی تجلی نہ تو تجلی ذات ہے اور نہ ہی تجلی صفات کیونکہ ذات اور صفات کی تجلی تو وہ ٹھہرتی ہے کہ جسے حدیث کی چھان پھنگ اور علم الحدیث سے دیکھا جاسکے ایسی تجلی کو اصطلاح میں چہار نفس کا نام دیا گیا ہے اور وہ تجلی جو حروف حقیقی کے اعجاز اظہار کرنے سے حروف قلب اکثر شرف کما جاتا ہے۔ قلب کو پارہ پارہ کر دینے والی یا دل کے رازوں کو عیاں کر دینے والی تجلی۔

تجلی اور آنکھ :- تجلی کا یہ وصف اور خوبی ہے کہ یہ مشق کرنے کے بعد ایمان و ایقان کی قوت کے ساتھ تصور کی آنکھ سے دکھائی دیتی ہے۔ اس تجلی کا جلوہ ایمان و تصور سے ہے۔ بلکہ ایمان اور تصور کے ہو بہو جلوہ ہے۔ اور پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ کھلی آنکھ کی تجلی اور ہوتی ہے اور بند

آکھ کی جلی اور ہے۔ جلی میں جلوہ کرنے کے لئے آکھ بت اہم ہے۔ اسی جلی سے رجبہ ثانی
اللہ کا حصول ہے۔ تجلیات میں فرق ہونے کے سوا کچھ اور جلوہ کرنے کی آرزو کرنا بلا لائق اور خام
خیالی ہے۔ جلی میں سراسر جلوہ ہی ہے۔ اس کے علاوہ کی طلب و خواہش مہت ہے۔ جلی کی
اصل غرض و نیت یہ ہوتی ہے کہ بندہ اپنے آپ سے گزر جائے اور اللہ تعالیٰ کو پہنچ جائے۔
کیونکہ در حقیقت زبان و مکان اور لامکان میں اللہ ہی ہر شے کی ابتداء اور انتہا ہے۔

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے نور میں جلی ہونے یا جلوہ لورانی میں جلوہ یاب ہونے کو جمعیت
خیال کرتے ہیں۔ لیکن یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جلی کے حوالے سے ایک بار پھر ذکر مرشد
ضروری و کمالی دیتا ہے۔ گویا جو مرشد کہ حق طلب کرنے والے طالب کو معرفت الہی اور رفعت
و توحید و جلی کے ہائی دیگر مقلات و مراتب کا سبق نہ دے۔ مرحلہ بہ مرحلہ حقدہ کشائیں نہ
کرسے۔ اور جلووں اور مشاہدوں سے فیض یاب نہ کرے۔ وہ مرشد محض ناقص ہے اور کذب
گولاف زن ہے۔

ابیات :-

در	جلی	ذات	سوزم	سر	بسر	سر	لا
ایں	جلی	ذات	شد	رہبر	خدا	را	زہنا
دیگراں	گوئیں	نیاید	فرق	جادور			
از	ازل	تا	ابد	من	ہاشم	مست	حضور
از	ازل	تا	ابد	یودوم	با	وصل	حاصل
از	ازل	تا	ابد	از	خود	شد	جدا
از	ازل	تا	ابد	یودوم	با	خدا	

ترجمہ :- میں سر اللہ سے جلی ذات میں سر بسر جلتا ہوں۔ یہ جلی ذات خدا کی طرف رہنا
ہونے کے ساتھ میری رہبر بھی بنی ہوئی ہے۔ دوسرے لوگ خواہ اس نور میں فرق و نمل نہ
ہوں لیکن میری تو یہ حالت ہو چکی ہے کہ میں ازل سے لے کر ابد تک اللہ تعالیٰ کی حضور ہی
میں رہتا ہوں۔ ازل سے ابد تک میں تو حال مست تھا اور میں ازل سے ابد تک با وصل رہوں
گا۔ ازل سے ابد تک میں اپنے آپ سے جدا اور علیحدہ رہا اس لئے اب میں ازل سے ابد تک
اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہوں گا۔

رد و قبول کرنا۔ رات اور دن کی چوہیں ساتھی ہیں اور یہ بھی کہ رات اور دن میں بندہ
چوہیں ہزار سالس لیتا ہے۔ اس لئے بندے پر لازم ہے کہ وہ ہر ایک دم یعنی سالس کی خبر
رکھے۔ اپنے اعمال و انصاف کے حوالے سے۔ اس کے مقابلے میں چوہہ تجلیاں چوہہ المام اور چوہہ
ہی علوم ہیں۔ ان علوم میں سے بعض علوم رہائی ہیں۔ اور بعض شیطان بھی ہیں۔ کئی نفسانی علوم
ہیں اور اسی طرح کئی دنیوی حلوٹ کے علوم ہیں۔ گویا ان کا اثر جزویت کے ہاٹ یا پھر عالموں
کے پابند کیے ہوئے موکلوں کے حوالے سے ہے۔ علوم میں سے بعض وجودی قہمی 'روحی' اور
سری بھی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق بخشنے تو یہ سب علوم مرشد کمال کے ذریعے سے حاصل ہوتے
رہتے ہیں۔ یوں بندہ طالب حق ہر ایک مقام و مرتبہ تحقیق کے حوالے سے جانتا رہتا ہے اور وہ
سلامتی میں اپنے آپ کو پاتا ہے۔ ورنہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ لاطمی کی حالت میں ہزاروں لوگ
اس حل و قال سے رائے گئے اور رجعت کی کھائیوں میں گر کر خلاف شرع کیفیت اور حالت
میں موت سے ہم کنار ہوئے۔

اسی اہمے اور برے کے امتیاز اور رد و قبول کے پس منظر میں ایک حدیث نبوی ہے کہ
"خفنا صفاور ع ما کدر" یعنی کہ جو کچھ ہامنا اور نیک ہے اسے لے لیا جائے اور جو کدر یعنی
گدہ اور برا ہے اسے چھوڑ دینا چاہئے۔

وعدہ روز میثاق :- بیان ہے کہ جب اللہ جل شانہ دم نوالہ نے چاہا کہ کن لیکن بیان
کرے یا اس کا اظہار ہو تو اس نے یہ اظہار کیا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ "مکت کنز امخفیا خبیت
ان اعرف فخلق الخلق" (میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے جب چاہا کہ میں پہچانا جوں تو میں
نے خلقت کو تخلیق کیا)۔ یہ بھی موجود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قر جلالی سے ہائیں طرف دیکھا
تو اس سے شیطان اور ابلیسی آگ پیدا ہوئی۔ اور پھر جب الطاف و اکرام کی نظر سے دائیں جانب
دیکھا تو نور محمدی ﷺ کو پیدا کر دیا۔ اس نور کی جو برات آتلب سے بھی بہتر اور زیادہ ہو گئیں۔
اس پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے کن فرمایا جس کی قبیل میں تمام مخلوقات کی روحیں آکر موجود
ہو گئیں۔

یہ ایک اجتماع خاص تھا۔ اس اجتماع میں تمام مخلوقات کی ارواح اللہ تعالیٰ کے سامنے پڑے
لوب و احترام کے ساتھ قطار در قطار حاضر موجود تھیں۔ اور ان ارواح کی یہ ایستادگی بلحاظ
مرتبہ عمل میں آئی ہوئی تھی۔ تمام حاضر ارواح حکم رب عظیم کی منتظر تھیں۔ اس موقع پر اللہ
تبارک و تعالیٰ نے فرمایا "الست برکم" (کیا میں تمہارا رب نہیں؟)۔ تو اس سوال پر تمام ارواح

نے جو کہا کہ "ہاں بے شک تو ہمارا رب ہے۔"

یہاں ہے کہ اس اقرار بے ساختہ پر بعض تو بے حد پریشان ہوئے کہ ہم نے ہاں کیوں کہہ دی۔ یہ سوچ رکھنے والے مشرک اور کلاب اور کافرتے۔ اس ہاں کہنے پر بعض بے حد خوش اور فرحان تھے۔ وہ دیگر کیفیت والے تھے۔ پھر اسی روز یثیق میں اللہ تعالیٰ نے روجوں سے فرمایا کہ مانگو جو کچھ تم مانگنا چاہتے ہو۔ میں تمہیں وہ عطا کروں گا۔ اس پر پھر تمام ارواح نے کہا کہ "اے ہمارے رب، ہم تجھ سے کبھی کوئی طلب کرتے ہیں۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے دنیا اور دنیا کی باتیں طرف کی ساری نعمت اور خزانے روجوں کے سامنے کیے تو ان میں دنیا کی چیزوں میں شیطان اور نفس لہارہ داخل ہو گئے۔

شیطان کی چوبیس باتیں :- شیطان نے اس نسب و نسبت بھری دنیا اور اس کی پرکشش رعایتوں میں کھو کر متعدد صدائیں بلند کیں۔ بتایا جاتا ہے کہ شیطان نے اس موقع پر چوبیس باتیں دیں۔ شیطان کی ان ابلیسی باتوں کی سن کر کئی روجیں مرادحت کر گئیں۔ وہ ارتدلو کا مرتکب ہوئیں۔ شیطان کی اولوت انہوں نے قبول کر لی۔ یہ ان روجوں کی بھول یا سلوگی کا نتیجہ تھا۔ صورت اوبار اور ارتدلو ان کا مقدر ٹھہرا۔

شیطان نے با آواز بلند جو چوبیس باتیں دیں۔ ان کی کیفیت صوفیائے یوں لکھی ہے :-

- (۱) خوش الحانی اور گدازی صوت کی بات۔
- (۲) حسن پرستی اور حسن ظنی کی بات۔
- (۳) شمار و مستی اور حرص و ہوا کی بات۔
- (۴) خمر، مہوشی والی اشیاء اور شراب کی بات۔
- (۵) بدعتوں اور اختراعات ابلیسی کی بات۔
- (۶) تبارک الصلوٰۃ اور محدود تمسین و تبرک کی بات۔
- (۷) سرود، راگ، غنائے ٹھورکن، مدھ سروں کی بات۔
- (۸) آلات رقص و سرود کے فروغ و ترویج کی بات۔
- (۹) تبارک الجہامت کی بات کہ جس سے جمعیت ٹھنکی ہوتی ہے۔
- (۱۰) غفلت، بے پروائی اور لاتعلقی کی خود غرضی بھری بات۔
- (۱۱) خود پسندی اور ذم خود نمائی اور خویش سرائی کی بات۔
- (۱۲) ریاضتیں دور گئی، ظاہر واری، زمانہ سازی، اور منانقت کی بات۔
- (۱۳) حرص یعنی لالچ، خواہش، طمع، ہوس اور رغبت کی بات۔

(۱۴) حسد یعنی جمن، رشک، دوسرے کی نعمت پر زوال کی طلب کی بات۔

(۱۵) کبر و تکبر، عز و تکبر، رعوت اور بڑائی کی بات۔

(۱۶) فحاشی، عدوت، چھوٹ بگاڑ اور نا اعلیٰ کی حاسدانہ بات۔

(۱۷) نغیبت، پوشیدگی میں برائی کرنے اور غیر حاضری میں بد خواہی کی بات۔

(۱۸) شرک، یعنی اللہ کے برابر کسی کو ٹھہرانے اور حکم عدولی کی بات۔

(۱۹) کفر، یعنی انکار الہی اور سرکشی کی بات۔

(۲۰) کذب و افتراء، جھوٹ، بہتان، اور اہتمام کی بات۔

(۲۱) جہالت، گمراہی، لاعلمی، تلاقی اور اس پر اصرار کی بات۔

(۲۲) بد ظنی، بد گمانی، شک و شبہ اور بے یقینی کی بات۔

(۲۳) بد نظری، بد بختی، بے ایمانی اور مکرو فریب کی بات۔

(۲۴) طمع، حرص، طلب، بے جا خود غرضی اور لالچ کی بات۔

الفقر فخری :- شیطان مردود کی ان داویلا بھری باتوں کو سنا گیا ہے۔ اس لئے جو ان صفات کو اختیار کرتے ہیں، ان کی روجیں اس قوم میں سے ہیں کہ جو ابھی تک شیطان کی باتوں کو بدستور سنتے رہتے ہیں۔ اور اسی سیاق و سباق میں شیطان کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔
"الشیطان یعدکم الفقر و بامرکم بالفحشاء۔" "شیطان ابلیس تو تمہیں فقر سے روکتا ہے اور منع کرتا ہے، اور وہ فواحش کے امور کا حکم دیتا ہے۔" اس لئے جو کچھ شیطان سے متعلق ہے وہ شیطان کا حکم اور ترغیب ماننے والوں کو مل جاتا ہے اور وہ اسی میں غرق و غفلت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ صرف دس میں سے ایک حصہ شیطان کی ان باتوں کے حرم میں آیا۔ باقی تمام ارواح تو اپنے پروردگار کے روبرو مودب کھڑی رہیں۔ ان موجود روجوں سے اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر فرمایا کہ "اے علیت قدم روجوں کو جو کچھ مانجھے کی طلب ہے۔" ان ارواح نے ایک بار پھر یہی کہا کہ "اے ہمارے رب ہم تجھ سے کبھی کوئی طلب کرتے ہیں۔"

اس جواب پر اللہ تعالیٰ نے دائیں طرف تمام بہشت، جنتیں، حورو قصور اور جنت کی نعمتیں بڑی آب و تاب اور زینب و زینت کے ساتھ روجوں کے سامنے پیش کیں، تو ان سے ٹوٹے اس بہشت میں داخل ہو گئیں یہ متقی، پرہیزگار اور شرع محمدی پر عمل پیرا ہونے والے تھے۔ لیکن اس کے باوجود روجوں کا ایک حصہ پھر بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کے روبرو اب و احترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کھڑا رہا۔ ان ارواح صلوتہ و کلمہ نے نہ دنیا کو دیکھا اور نہ آخرت کو طلب

کیا۔ وہ تو اللہ کے نور ہی میں غرق اور ثانی اللہ رہیں۔ گویا یہ مجلس محمدی علیہ السلام کی حضوری اور
مجاہد کے فضیل عارف باللہ بزرگوں کی اداوح تھیں۔ یہ وہی اداوح ہیں کہ جن کے بارے
میں ارشلو نیوی علیہ السلام ہے۔ "لفقر فخری والفقیر منی للنبیا حرام علی لعل العقبی والعبقی
حرام علی لعل للنبیا والنبیا والعبقی حرام علی طالب المولیٰ"۔ فقر تو میرا فقر ہے اور وہ فقر
مجھ میں سے ہے۔ حقہی والوں پر دنیا حرام ہے اور دنیا والوں پر حقہی حرام ہے اور جو طلب المولیٰ
ہے اس پر دونوں دنیا اور حقہی حرام ہیں۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ "من له المولیٰ فله لكل" جس کا اللہ ہے اس کا ہی سب
کچھ ہے۔

حکایت :- ایک روز کسی مرد نے اپنے مرشد سے ہلوب دریافت کیا کہ قدرت الہی کا خلاصہ
جو ہے وہ تو ہے اور پھر اپنی اسرار ہے "اور یہ جان اسرار محض اللہ خود ہی جانتا ہے۔ اور پھر ہر
طرح کے موجودات ملٹی پلٹی سے بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان میں بھی خلاصہ یعنی اختصار کے بغیر
حرکت و جنبش سے عاری ہیں۔ ایسی صورت میں جمالیوں کی سرداری کیا ہے۔ اور سردار کیا
ہے؟"

اس کئی تہہ دار پر توں والے سوال کے جواب میں مرشد نے غلوں انداز میں جواب دیا کہ
جو چیز کسی ابتدا اور کسی انتہا سے منسوب ہو سکتی ہے وہ تو دراصل ہے ہی نہیں۔ اس کا وجود ہی
اس کا عدم ہوتا ہے۔ ایسا چیز اعتبار ہی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور پھر ہی جہاں کی حرکت اور
جنبش کی بات یہ اصل میں محض وہی اور خیالی صورت ہے جو اپنی باہودگی اور عیسیٰ کو ظاہر کرتی
ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ آئینہ کے اندر جو صورت دکھائی دیتی ہے۔ وہ کیا ہے۔ اس کے
وجود کی کتنی حیثیت ہے۔ دراصل وہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ایک طرح کا صرف گس ہے جو بے
اصل ہے۔ گویا اس اعتبار سے جہاں کا وجود ہی اس کا عیسیٰ اور عدم کی دلیل ہے۔

دنیا کے ربط و تعلق اور میل جول نے خلاصہ کے وجود کو ختم کر دیا ہے "اور یوں لوگ بھی
اس خلاصہ اور اختصار سے دور ہو گئے ہیں۔ کیونکہ یہ سب ظاہری وجود کے سوال اور کچھ بھی نہیں
ہے۔ ابتدا اور انتہا میں یہ عقیدہ ہے اور فنا اس کا درعالم و مقدر ہے۔ اسی باعث اس میں زندگی اور
موت کی آس لگائے ہوئے ہے "اور اس کے سارے جہاں کی صورت کا وجود اسے احساس دلاتا
رہتا ہے۔ درحقیقت یہ سب فنا ہے۔ لیکن جو طالب ہے وہ بہ باطن اپنے مولیٰ کا خلاصہ ہوتا
ہے۔ اسی لئے وہ اپنے وجود سے حسی ہے۔ اس کے حواس بھی نہیں ہیں۔ اس کا مقام و مکان بھی
کوئی نہیں ہے۔ اور وہ اپنی ذات میں طالب یا آدم بھی نہیں ہے۔ اس کے ارد گرد لوہے پر نیچے کا

کوئی حاضرانی جہاں بھی موجود نہیں ہے۔ وہ اپنے مولیٰ کا خلاصہ ہے۔ اس کی مثل دنیاوی اعتبار
سے یوں دی جاسکتی ہے جیسے آگ میں شکر کوزی کہ جل کر راکھ اور خاکستر بن کر ختم ہے۔
"فانہم واللہ اعلم بالصواب" اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور وہی خوب جانتا ہے۔

اضافی امور

کتاب شمس العارفين کے اصل متن کے انتظام کے بعد بھی کتب ہذا میں کچھ ایسے امور کا بیان موجود ہے کہ جو براہ راست تو ”شمس العارفين“ کے مزاج و مرتبہ پر نہیں البتہ ان جزوی امور کو اضافی طور تہیسی ضرور کہا جاسکتا ہے۔ اس لئے وہ بھی درج کیے جا رہے ہیں۔

زیارت النبیؐ :- زیارت النبی ﷺ کی رویت پر کثرت کے سلسلے میں ایک نماز کی اجازت مولانا مخدوم محمد غوث قریشی مدظلہ نے یوں فرمائی ہے۔ طالب زیارت رسالت کو چاہیے کہ وہ جمعرات کو وتروں سے پہلے فرض اور سنت لوار کرنے کے بعد غسل کرے اور پاک صاف لباس پہن کر بدن پر خوشبو بھی لگائے۔ اور غلوت گھا میں جا کر دو رکعت نماز نفل لوار کرے۔ طریقہ یہ ہے کہ دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی جائے۔ نفل مکمل کر کے پادب نشست میں ایک ہزار بار یہ درود شریف پڑھا جائے۔ ”اللہم صلی علی محمدن النبی الامی وعلی آلہ“ اس درود پاک کے بعد دس مرتبہ سورہ لواء لہر اللہ پڑھ کر شمل کی چاہب سر اور قبلہ رو ہو کر سو جائے۔ یہی نوافل اور وظیفہ چتر جمعرات مسلسل جاری رکھا جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے طالب کو زیارت نبی ﷺ حاصل ہوگی اور طالب مسرور فرحان ہوگا۔

فل نامہ :- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

فالتامہ

آدم بن علیؑ	شیر بن علیؑ	ادریس بن علیؑ	سید بن علیؑ
صالح بن علیؑ	ابراہیم بن علیؑ	محمد بن علیؑ	اسحاق بن علیؑ
ابو یوسف بن علیؑ	شیر بن علیؑ	سید بن علیؑ	محمد بن علیؑ
نصر بن علیؑ	داؤد بن علیؑ	اسلام بن علیؑ	زکریا بن علیؑ
سید بن علیؑ	سید بن علیؑ	اسلام بن علیؑ	یوسف بن علیؑ

بیان ملتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے خود فرمایا کہ یہ قل نامہ خوشیوں کے اسماء کے حوالے سے ہے اور یہ نیک اور سعید ہے۔ اس سے قل لینے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایک خانے میں اعلیٰ شہادت رکھ کر اسی نام کے متن میں دعا دیکھ لیا جائے۔ لیکن جسمانی طور پر پائی پائیزی ضروری ہے۔ اس عمل کو اپنانے سے پہلے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ لینا باعث ثواب ہے۔ نتیجہ اعتقاد کی بدولت ہے۔ ہر خانے کے اعتبار سے ہر پیغمبر کے نام کے تحت قل درج ذیل ہے اور عمداً قل حال اقرار کرنے۔

حضرت آدم علیہ السلام یا آدم لسکن انت وزوجک لجننتہ وکلانتہا لے صاحب قل حیرے لئے نیک کام ہیں۔ تو خوشی کو ضرور پہنچے گا۔ جو دل میں ہے اس سے تو خوشی پائے گا۔

حضرت شیث علیہ السلام :- ”قد عارہ فی مغلوب فانتصر“ لے صاحب قل چتر روز میر اور قتل کرے تجھے ضرور خوشی حاصل ہوگی اور تو مر لو پائے گا۔

حضرت ادریس علیہ السلام :- ”واذکر فی الكتاب اندیس فہ کان صدیقاً نبیاً“ لے صاحب قل تو خوشی کو پائے گا۔ ارادہ سز ہو تو اسے اختیار کر۔ اگر ممانکت کا لہو ہے تو بھی کر لے حیرے لئے مبارک ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام :- ”قال یقوم اعبد اللہ“ لے صاحب قل چتر دن انتظار کے ابھی باقی ہیں میر اور قتل سے کام لے۔ غلہ یا روٹی کا صدقہ کر تاکہ خوشی دیکھے۔

حضرت صالح علیہ السلام :- ”هنا فاقہ اللہ شرب وکلکم“ لے صاحب قل جو حیرے دل میں ہے اس کے لئے تم توڑا میر سے کام لے۔ جگت میں نہ جا حیرے کام نیک اور مبارک ہوں گے۔ تو خوشی دیکھے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام :- ”قلنا یانا کونی بر دو سلاما علی لبر اییم ولولد قوم کینا فجعلتہم الاخسرین۔“ لے صاحب قل تو اپنی ولی مر لو کو پالے گا۔ تیری روزی اللہ وسیع کر دے گا۔ غیب سے تو خبر بھی پائے گا اور تجھے کچھ ملے گا بھی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام :- ”واذکر فی الكتاب اسمعیل لہ کان صادق الوعد“

وکن رسول نبیہ اے صاحب قل تیری نیت پوری ہو جائے گی۔ اس سے تجھے خوشی ملے گی۔
 تم نہ کر لطف تجھے فرزند عطا کرے گا۔ اور تو سز کرے گا جو حیرے لے مہارک ہو گا۔ حیری مرو
 پوری ہو گی۔ انشاء اللہ۔

حضرت اسحاق علیہ السلام :- اے صاحب قل تیری مرو پوری ہو گی اور تو خوشی دیکھے
 گا۔ امیر نہ کر، تیرا کام ترقی کرے گا۔

حضرت ایوب علیہ السلام :- "واذکر عبدہ ایوب لاذنارہ۔ اے صاحب قل جلدی
 نہ کر چند روز میرے کام لے۔ کچا گوشت اور سیاہ غلہ صدقہ کرنا کہ تیرا کام درست ہو۔

حضرت شعیب علیہ السلام :- اے صاحب قل یہ قل نیک ہے۔ حیرے کام ہو جائیں
 گے اور تو خوشی دیکھے گا۔ اور تو مرو کو پہنچے گا۔ تم دائیہ سے تجھے نجات ملے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام :- "ولقد ابینا موسیٰ الکتاب وقفینا من بعدہ بالمرسل
 اے صاحب قل یہ قل مبارک ہے۔ تجھے خوشی کی خبر ملے گی۔ حکم الہی سے یہ قل حیرے لے
 نیک باعث خری ہے۔

حضرت محمد ﷺ :- ماکان محمد اباحد من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین
 اے صاحب قل یہ قل حیرے لے بہت نیک ہے، اس میں خوشی اور خری ہے تم اور مگر نہ کر
 تو پاؤشی مرو کو پہنچے گا۔

حضرت خضر علیہ السلام :- لا الہ الا انت سبحانک اے صاحب قل حیرے کام نیک
 ہیں۔ اللہ تجھے نیک فرزند عطا کرے گا۔ تیرا ہر کام پورا ہو گا۔ تو خوشی اور خری دیکھے گا تیری دلی
 مرو پوری ہو گی۔

حضرت داؤد علیہ السلام :- وسخر نالہ لریح اے صاحب قل تو کچھ تم اور مگر نہ کر۔
 سیاہ غلہ اور ہکی روٹی کا صدقہ دے۔ تیرا کام ہو گا اور تو خوشی پائے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام :- اے صاحب قل تیری مرو تجھے ملے گی اور مقصد حاصل
 ہو گا۔ حسب توفیق گوشت کا صدقہ کر۔ تو خوشی دیکھے گا۔

حضرت زکریا علیہ السلام :- باز کر یا انا نبشرک اے صاحب قل حیرے کام بخوبی انجام
 پائیں گے۔ تجھے خوشی ملے گی۔ اللہ تعالیٰ تیری روزی میں فراخی بخشے گا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام :- اے صاحب قل جان لے کہ حیری عمرو راز ہو گی۔ حیرا تم دور
 ہو گا اور تجھے غیب سے روزی پہنچے گی۔ صدقہ دیا کر، تسبیح میں مشغول رہ حیرے دلی کام انجام
 پائیں گے۔

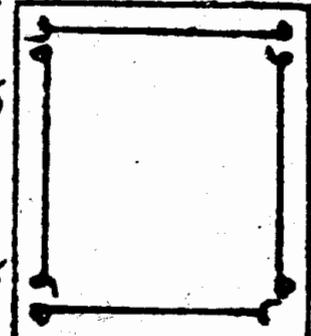
حضرت یعقوب علیہ السلام :- فلما جاء البشير لقلہ علیہ وجہہ فلرند بصیرا لے
 صاحب قل تیرا ہر کام بخوبی انجام پائے گا۔ اور دلی مقصد حاصل ہو گا تجھے اللہ صحت اور حمد ستی
 بھی بخشے گا۔

حضرت الیاس علیہ السلام :- فان لیس لمن المرسلین لے صاحب قل اسے ج
 جان لے کہ تو دشمنوں پر فتح حاصل کرے گا۔ حیری تمام مرویں پوری ہوں گی۔ حیرے کام کا
 انجام نیک ہو گا۔ اگر سز کی نیت ہے تو چند روز توقف سے کام لے۔ کچھ دنوں کے بعد سز کرنا
 مفید رہے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام :- اے قل والے تجھے صحت و شقت اور معیبت اٹھانی
 پڑے گی۔ گرفتاری امیری اور عقلی بھی آسکتی ہے لیکن ابن تکلیف کے دنوں کے بعد اللہ تجھے
 خوش کرے گا۔ تجھے اللہ فرزند عطا فرمائے گا جو بڑا مبارک ہو گا۔ مل دولت اور نعمتیں سب میر
 آئیں گی اور مرویں بھی پوری ہوں گی۔ عتاب کی خبر سے تو خوش ہو گا۔

نقش مشق وجودیہ :- جو طالب الہی ہندی ہے اسے چاہیے کہ اسم کا یوں ذکر کرے کہ
 زبان سے کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور پورا پلٹن میں مجلس محمدی ﷺ کی
 حضوری میں رہے۔ اور پھر وہ اسی حالت پر قائم رہے۔ نفسانی احوال اور شیطان اس سے دفع دور
 ہوں گے۔ یہ سب کچھ اسم ذاتی اور مجلس محمدی کی تاثیر سے ممکن ہے۔ نقش مشق وجودیہ کے
 تصور سے ساتوں اعضا نورانی اور لائق ہو جاتے ہیں۔ وہ نقش اس طرح ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
خَيْرٌ مِنْهُ
لَنْ يَأْتِيَ بِاللَّهِ
بِشَيْءٍ
يَدُ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامِ
أَشَدُّ بَلَاءً



موس ذوال

الله

الله

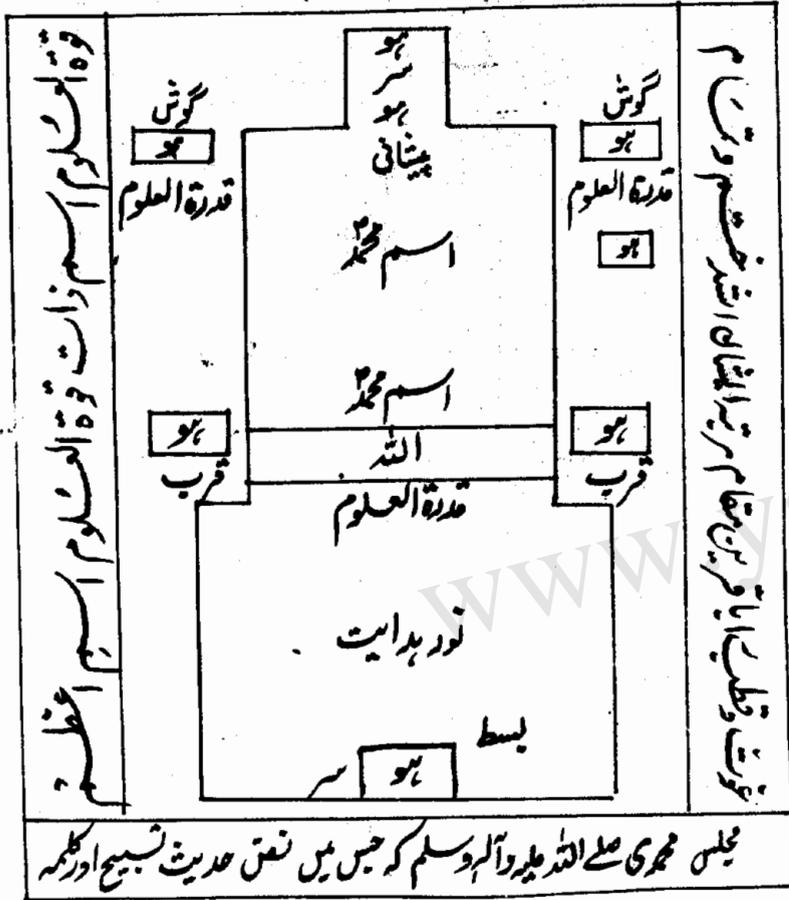
قبر

بِالْأَمْثِلِ وَلَا فِي السَّمَاءِ
مِنْ حَرَمِ اللَّهِ لَا يَلْبَسُ عَنْهُ رِيحٌ

سَنَدٌ مِنْ صَوْتِ اللَّهِ
كَلْبُ بَرَاخِ يَكُونُ لَللَّهِ كَأَنَّ كَلْبَ الْخَلْقِ

فصل وجودیہ مراتب غوث اور قطب سے بند ہوتا ہے۔ اس کا باعث ذکر قربانی، ذکر جانی اور ذکر قلبی سے ہے۔ اس کے تصور سے جسم کا بند بند جدا ہوتا ہے۔ یہی مراتب قرب و حیاتی کھلتے ہیں اور مبتدی فقہروں کا یہ ابتدائی قاعدہ اور سبق ہے کیونکہ بلندی پر جانے کی راہ میں تیس ہزار منزلت ہیں اور پھر وصل اللہ ہے۔ اور اسی مقام پر اس کے لئے لوح محفوظ کا مطالعہ اور مشاہدہ موجود ہوتا ہے۔

وہ خاص فضل وجودیہ کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے وجود کا ایک ایک بند جدا ہوتا ہے۔ ذیل میں درج ہے۔ اس میں برکت، رحمت، اور ثواب کا پہلو بھی موجود ہے۔



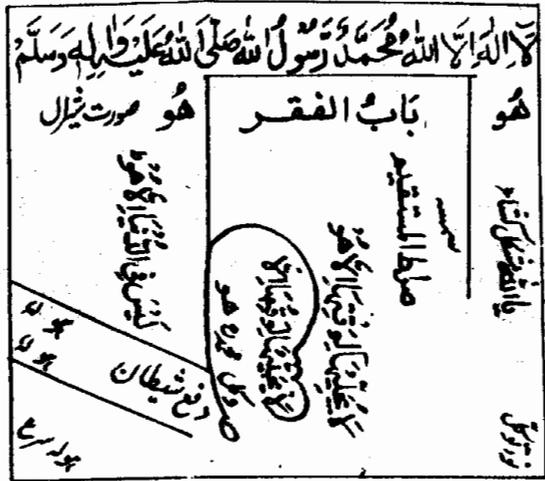
جلس محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جس میں نفع حدیث شیعہ اور کلمہ محمدی میں حضور یا دیدار مجلس محمدی انوار الہی سے مشرف ہونے کا مقام و مرتبہ ہے۔ اس میں طالب حق کا ایک مقصود یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ باعتبار چشم اپنے شفاعت کرنے والے شفیع کا جلوہ

میں حدیث یا تصحیح یا کلمہ طیب کا یا درود کا ذکر ہی ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہ مجلس محمدی کے دربار کے انوار کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ اس قدر معظم و کرم مراتب اور مناصب عطا کرنے والا وہ معظم و کرم دانہ اس طرح سے ہے۔

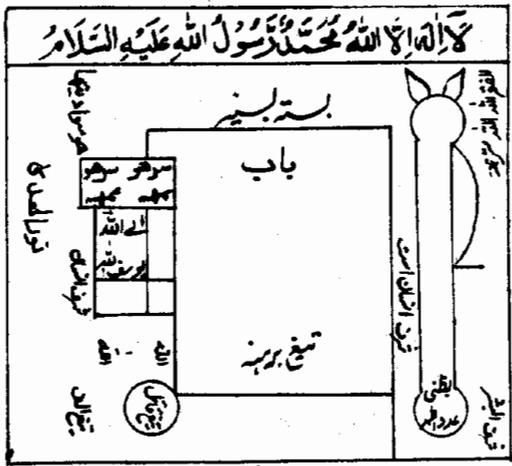
اللہ	اللہ	لہ	ہو	محمد	فقر
دیدار	قرب	حضور	نور	جمیعت	ایمان
رجا	خوف	توحید	سودا	ہویدا	ہویدا
نفس	غرق	کلید	تحقیق نظر	تقلیل	وجز
عیال	قلب	روح	ستر	لاہوت	لاامکان

جام مہمات :- اے اللہ تعالیٰ کو طلب کرنے والے اگر تجھے اپنا مولیٰ مطلوب ہے تو پھر موت کو قبول و اختیار کر لے۔ موت کا جلوہ لانی یہاں بی لے۔ اور موت کا جام یہ ہے کہ جب اس کو کوئی اللہ کا طالب نوش چلی کر لیتا ہے تو اس کا نفس موت سے ہٹتا ہو جاتا ہے۔ اور نفس کی اس موت سے دل زندہ ہو کر نمل ہو جاتا ہے۔ گویا اس طرح روح کو نفس کے بندھنوں سے خلاصی حاصل ہو جاتی ہے۔

اس طرح مولانا کو طلب کرنے والا طالب جب ان مراتب سے گزر جاتا ہے تو یہی سمرنے سے پہلے مرجانے کی صورت ہوتی ہے۔ لیکن اس طالب کا مرتبہ اس سے اگلے مرتبے پر ہوتا ہے۔ اسے ایک دروازہ دکھائی دیتا ہے۔ اس دروازے کے دونوں اطراف ایک ایک شیر کی تصویر ہے۔ وہیں پر ایک فرشتہ فیہ سے آواز دیتا ہے کہ اے مولیٰ کے طالب اگر تو ان شیروں سے بچ کر نکل جائے تو تو تجھے پھر فقیری کے مراتب میرا آجائیں گے۔ اس خاص شیروں والے دروازے کا نقش یوں ہے۔



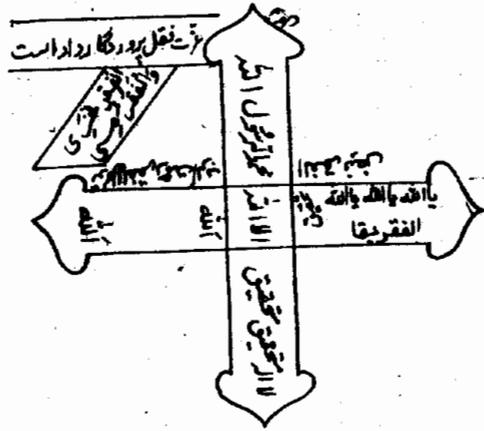
شیروں کے دروازے کے بعد ایک نور دروازہ ہے۔ اس دروازے پر نگی تلواریں والے آدمی بطور پیرے دار لوگوں کو قتل کرنے کے لئے مستعد کڑے ہیں۔ یہاں پر بھی فرشتہ فیہ سے بولتا ہے۔ اے طالب مولیٰ اگر تو فقر کا شہی ہے تو اپنے سر کو بدن سے جدا کر کے بے سر ہو جا۔ کیونکہ بے سر ہونے بغیر تجھے راہ نہیں ملے گی۔ یہی بے سر ہونا ہی فقر الہی کے حصول کا فریضہ ہے۔ وہ دروازہ نقش کی صورت میں درج ذیل ہے۔



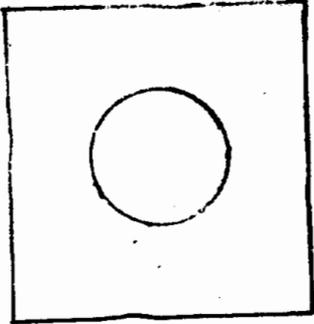
نورانی چشمے :- نور کے چار نورانی چشمے یوں شمار ہوتے ہیں۔ ذوق۔ شوق۔ صبر اور شکر۔ ان چاروں نورانی چشموں سے مدام رحمت، جمیعت، سردی اور گرمی کا پانی رواں ہے۔ ان چار چشموں کا نقش تصور یوں ہے۔

اللہ	اللہ	اللہ	اللہ
ذوق	شوق	صبر	شکر
اللہ	اللہ	اللہ	اللہ

لا اے اللہ اللہ اللہ اللہ رسول اللہ
لا اے اللہ اللہ اللہ اللہ رسول اللہ



اللہ تعالیٰ کے اس چشمے سے گزرنے کے بعد وہ ایک خون سے بھرے ہوئے چشمے پر آ جاتا ہے۔ یہاں پر بھی اسے ہاتف فیہی سے آواز سنائی دیتی ہے کہ یہ عاشقوں کے خون جگر کا چشمہ ہے۔ عاشق اسی خون جگر ہی کو کھانا کر جیتے ہیں۔ اس لئے عاشق کے لئے کسی پلے یا ریاضت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اس کے لئے ایک دائرہ روشن خمیری ہے۔ اس دائرے کا نقش اور تصور اس طرح سے ہے۔



ہر طرح کے درد و غمائف کے لئے اسم محمدی ﷺ ہی سب سے زیادہ افضل اور اہم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اس کا تصور کرتا ہے۔ وہ اس اسم محمدی کے طفیل لاہوت اور لامکان میں پرواز کرتا ہے۔ یوں دونوں جہاں اس کے تصرف و تصور میں آ جاتے ہیں۔ اور اسی طرح اسم اللہ کا تصور ہر گھ اٹھی میں پہنچاتا ہے۔ ان اسماء الحسنیٰ کے تصور کا دائرہ یوں بتایا جاتا ہے۔

اللہ کے طالب کا جب ان چار چشموں پر گزر ہوتا ہے تو پھر اس کے سامنے وہ اور چشمے چشمہ قضا اور چشمہ رضا ملتے ہیں۔ ان سے گزرنے کے بعد اس کے سامنے ایک گمراہیا آ جاتا ہے۔ یہ انوار توحید کا دریا ہے۔ اس کے نورانی شعلوں کی مثل ہی نہیں دی جاسکتی ہے۔ اس مقام پر جسے حضور نبی اکرم ﷺ خود بکڑ کر غوطہ دے دیں اسے ہی سارا فقر حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ وہ دریا ہے ڈرف ہے کہ یہاں تک طالب اس وقت پہنچتا ہے کہ جب وہ بے سرو ہو جاتا ہے۔ اس رجب کے بعد اس طالب کو مقام پیر میر آتا ہے۔ اس مقام پر ہزاروں میں سے ایک ہی پہنچتا ہے۔ یہاں پر ایک چشمہ ”بیت القلم بماحو کائن“ کا ہے۔ وہاں پر پہنچ کر اسے صدائے ہاتف سنائی دیتی ہے کہ یہاں سے لوٹی سی سیاہی اپنی زبان پر مل لے۔ اس پر عمل کرنے سے وہ طالب صلیق صاحب لفظ اور صاحب سخن بن جاتا ہے۔ اور اس کی زبان اللہ کی تگوار کا درجہ اختیار کر جاتی ہے۔ کیونکہ اسی سلسلے میں ارشاد ہے کہ ”لسان الفقراء سیف الرحمن“۔

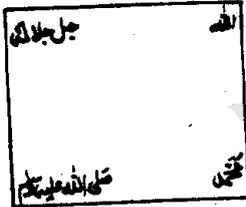
جب اللہ کو طلب کرنے والا مراحل رضا اور قضا سے گزر جاتا ہے تو پھر اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی وحدت کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور اس سے تقرب الہی کی جو صورت پیدا ہوتی ہے وہ حور و قصور اور بھشت اور اس کی نعمتوں سے بھی کہیں زیادہ خوب صورت ہوتی ہے۔ اس حسین صورت حل کو سلطان الفقرا کا نام دیا جاتا ہے۔ اس موقع پر جو باخبر ہو شید اور عاشق صلیق ہوتا ہے وہ اپنی دانست میں اسے اپنی بخش میں لے لیتا ہے اور سر ناپا ہر طرح کی احتیاجات سے بے نیاز اور بے فکر ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا و عقبیٰ کے ہر طرح کے خطرات اور غموں اور افکار سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔ سلطان الفقرا کی صورت درج ذیل ہے۔

مزید یہ کہ نماز کی نیت کر کے دونوں ہاتھ تھنوں پر رکھے جائیں اور پھر مرغ کی شکل میں نشست کی جائے۔ دل اللہ کی جانب رجوع ہو اللہ کی حاضر تا عترت کا تصور پکڑا جائے۔ پھر ہاتھ کی انگلی سے اسم ذات کی ضرب دل پر لگائے۔ سینے پر اسم محمد ﷺ کی مشق کرے اور مراقبہ کر کے شوق و ذوق محبت اور معرفت کو اپنے اوپر زیادہ ہونے دے۔

اس عمل سے ظاہری و باطنی دشمن زیر اور مغلوب ہو جاتے ہیں۔ مراقبہ کے بعد سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر اپنے بزرگ بیروں اور مرشدوں کی روحوں کو بخشے۔

متفرق :- طالب کے لئے یہ ضروری ہے کہ ذکر اور فکر میں ایسی جستجو اور کوشش کرے کہ اس کا کوئی دم ذکر سے خالی نہ رہنے پائے۔

اور مراقبہ یہ ہے کہ اس میں ذات و صفات کے تمام مقالت صاحب مراقبہ اپنے دل میں دیکھے، اور پھر توحید کے دریا میں غرق ہو جائے اور اسے مجلس محمدی ﷺ کا مشاہدہ ہوتا رہے۔ مراقبہ کی زیادہ شرح زبان سے تو ممکن ہی نہیں البتہ دائرے کی صورت میں اسم اللہ ذات اور اسم محمد ﷺ کے حوالے سے اس طرح سے واضح کی جاسکتی ہے۔



کمال فقیر اور مجلس محمدی ﷺ کے ہم جلس وہم نفس کی پہچان یہ ہے کہ اس کے منہ سے جو بھی بات نکلتی ہے وہ نص، تحقیق، چمن بین اور حدیث کے مطابق ہوتی ہے۔ اور بلحاظ شرع اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اسے نماز حضوری حاصل ہے اور ظاہری نماز کی حاجت نہیں تو وہ شخص جھوٹا ہے۔ کیونکہ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو تمام عارفوں کو ہم جلسان مجلس محمدی ﷺ میں لواٹنگی صلوٰۃ کا باقاعدہ حکم ہوتا ہے۔

ابیات

پہا غرق مستم بدرا صفا
 ز خود خود نیام بجز مصطفیٰ
 نہ آنجا ذکر و فکر و نے مقام است

۹	۶	۲	اللہ	لہ
۳	۷	۴	محمد	نقیر
۵	۷	۹	فیض	نضیل جامع

ترتیب و طریق ذکر :- مسلک قادریہ کے مطابق ذکر کی ترتیب اور اس کا طریقہ جو مرشد کمال حضرت خدوم سید موسیٰ شاہ جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے پہنچا ہے وہ یوں ہے کہ سب سے اول سالک ہر طرح کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے باز آجائے۔ اور اللہ سے استغفار کرنے لگے۔ اس استغفار کے دوران میں اپنی پیشانی اور ندامت پر دھیان رکھے تاکہ اسے توبہ کا تصور حاصل ہو۔ صلوٰۃ التبی ﷺ لوار کرے۔ اور دن کے وقت ایک ہزار دو کرے۔ اور اگر اس سے زیادہ ورد کر سکے تو وہ زیادہ مستحسن ہے۔ پھر طہارت ظاہری و باطنی سے ہمکنار ہو۔ اور دل کو کدورت اور گمبھوں سے پاک کرنا طہارت باطنی ہے۔ غیر اللہ کو دل سے دور رکھے اور اس کے بعد کسی حاجت والی اور خالی جگہ پر جا کر بیٹھ جائے۔ اپنے مرشد اور پیر کی شکل کا تصور دل میں کرے، اور حصار کر کے شیطان سے بے خطر ہو جائے۔ اس کے بعد لئی اہت کے ذکر میں مشغول ہو جائے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ورد کی مدد سے حق کے نیچے سے سینے تک چار لئی یا شش لئی برکھینے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی اذان کو دائیں ہاتھ پر لائے، اور توحید کی لئی اہت کو ملاحظہ کرے۔ اس طرح جب پانچ سو بارہ ہو جائیں تو محمد رسول اللہ ﷺ کا تصور سینے پر کرے۔ اس ذکر کو جاری رکھے۔ ذکر سے فارغ ہو کر بارہ مرتبہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص اور سورہ الکہم التکاتیر پڑھے، اور ثواب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور اپنے سلسلہ کے بیروں کی ارواح کو بخش دے اور ان سے مدد طلب کرے۔ اور پھر ہر روز اسی طرح ذکر میں مشغول رہے۔

اس ذکر کے باعث حامل کا سینہ کھل جاتا ہے اور قلب کی مغفلی ہو جاتی ہے، اور اس کے بعد اسے چاہئے کہ اسم ذات میں مشغول ہو جائے۔ اللہ سو زبان سے لوار کرے اور صو کی ضرب دل پر لگاتا رہے۔ اور لفظ اللہ کی لواٹنگی کے وقت اللہ کے سبح البعیر اور طیم ہونے کو دل میں ضرور لائے۔ اور اپنے آپ کو اللہ ہی کے حضور میں حاضر بھی سمجھے۔ اس ذکر میں جب اسم اللہ صو دل کی حرکت میں آجائے تو اس وقت با آواز بلند یا اللہ صو کہے۔ اس پر اس کے بدن کے تمام باہوں کی بھی زبان کھل جائے گی۔ اور یوں اسے غنی، سری، اور رومی ذکر حاصل ہو گا۔ چند روز تک یہ معمول جاری رکھنا چاہئے۔

فَا فِي ذَاتِ وَحْدَتِ حَقِّ قَلْبِ اسْت
رَفَتْ قَلْبِشَ رَدْحَ دَلْسِ وَ سِرِّ مَرَا
نُورِ نُورِ نُورِ بِأَمِّ غَرَقِ فِي اللَّهِ بِأَمِّ

ترجمہ :- میں دریائے صفا میں ایسا نور اس محبت کے ساتھ غرق ہو چکا ہوں کہ مجھے اس میں مصطفیٰ کے سوا اپنا آپ ہی نہیں ملتا۔ وہ ایک ایسا مقام ہے کہ جہاں پر ذکر اور فکر مقام کا کچھ تذکرہ نہیں۔ وہاں پر تو صرف ذات وحدت حق پر ہی قیام ہے۔ میرا قلب میری روح اور میرا دل اور میرا سر سب جلتے رہے۔ اب میں ہمیشہ نور ہی نور ہوں اور میں ہمیشہ خدای میں فنا اور غرق رہتا ہوں۔

احادیث :- حدیث شریف میں ہے کہ "من عرف الله لم يكن له الله مع الخلق" جو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کو خلقت کے ہمراہ کچھ لذت نہیں رہتی۔

ایک حدیث قدسی ہے کہ "جسد ادم المصنعة وفي المصنعة قلب وفي القلب فؤاد وفي الفؤاد سر وفي السر خفي وفي الخفي انخفي وفي الانخفي" انسان کا جسم گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اور اس لوتھڑے میں قلب ہے اور قلب میں منہ ہے اور منہ میں سر ہے اور سر میں غنی ہے اور غنی میں انخی اور انخی میں انخی ہے۔

لیکن یہ تمام مراحل اور امور یقین اور اعتقاد سے ہیں۔ جو شخص اخلاص اور اعتقاد کے ساتھ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینا اللہ" کے "تو بیان کیا گیا ہے کہ اس کی ابتدا اور اہتمام روشن ہو جاتی ہے۔ اور اللہ بندے کو ہدایت، معرفت اور ولایت عطا فرماتا ہے۔ محی الدین کے نام مبارک میں مشاہدہ حضوری کا جلوہ اور حصول ہوتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ قادری طالب اور مرید کے لئے چلہ کشیوں اور چیلہوں اور ریاضتوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان تمام کے حصول بطفیل شیخ عبدالقادر جیلانی ملے ہیں۔

یہ بھی ہے کہ اگر پیر صاحب کے کسی مرید کو کوئی مشکل درپیش ہو تو وہ غلو ص کے ساتھ پکارے اور فریاد کرے "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینا اللہ"۔ حاضر شو۔ اور اس کے ساتھ ہی تین بار کلمہ طیب "لا اله الا الله محمد رسول الله" کی ضرب اپنے دل پر لگائے۔ تو اس بندے کی طلب اور آرزو کے مطابق حضرت آ موجود ہوں گے اور اس مرید کی مشکلات دور کر دیں گے۔

تمام شد